معارف کا زر تعاون

ہندوستان میں سالانہ ساٹھ روپیے فی شمارہ پانچ روپیے

پاکستان میں سالانہ ایک سو پچاس روپیے

دیگر ممالک میں سالانہ ہوائی ڈاک پندرہ پونڈ یا چوبیس ڈالر

بحری ڈاک پانچ پونڈ یا آٹھ ڈالر

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ: حافظ محمد یحییٰ شیرستان بلڈنگ

بالمقابل ایس ایم کالج۔ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

- سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں۔ بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں:

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY AZAMGARH

- رسالہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے، اگر کسی مہینہ کے آخر تک رسالہ نہ پہونچے تو اس کی اطلاع اگلے ماہ کے پہلے ہفتہ کے اندر دفتر معارف میں ضرور پہونچ جانی چاہیے، اس کے بعد رسالہ بھیجنا ممکن نہ ہوگا۔
- خط و کتابت کرتے وقت رسالے کے لفافے کے اوپر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

کمیشن ۲۵٪ ہوگا ——— رقم پیشگی آنی چاہیے۔

جلد ۱۵۱ ماہ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۹۳ء عدد ۳

مضامین

شذرات

گزشتہ تین مہینوں سے ان صفحات میں ہم مسلسل بابری مسجد کی شہادت اور اس کے بعد رونما ہونے والی وحشت و درندگی پر اشکباری کر رہے ہیں۔ کیا کریں؟ آنسوؤں کا طوفان رکتا ہی نہیں۔ ایک بابری مسجد ہی کا غم ہوتا تو شاید وقت اسے مندمل کر دیتا۔ لیکن اس کے ڈھائے جانے کے بعد سے مصائب و آلام کا سیلاب امنڈ پڑا ہے مسلمانوں کی جان، مال، عزت آبرو، تشخص، امتیاز، قومیت، مذہب، عقیدہ، ایمان اور تہذیب و تمدن کوئی چیز بھی سلامت نہیں ہے، مساجد، معابد، مآثر اور مقابر سب ہی زمیں بوس ہو رہے ہیں۔ ایک زخم بھرتا نہیں کہ دوسرا اس سے کاری زخم لگا دیا جاتا ہے۔ ایسے میں بابری مسجد کا غم کیسے فراموش ہو سکتا ہے؎

فلم تنسنی اوفی المصیبات بعده ؛ ولکن نکء القرح بالقرح اوجعُ

(ترجمہ) اوفیٰ کے مرنے کے بعد کے مصائب اس کے غم کو بھولنے نہیں دیتے۔ کیونکہ زخم پر زخم کی رگڑ بڑی تکلیف دہ ہے۔

ایک غم ہو تو اس کا مداوا ڈھونڈا جائے اور ایک درد ہو تو اس کا درماں تلاش کیا جائے۔ لیکن یہاں تو ؏ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔

حالات کی اس شدت و پیچیدگی میں بظاہر مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کے راستے مسدود نظر آتے ہیں۔ لیکن فلسفہ تاریخی کا یہ ایک راز ہے کہ صبر و ابتلا کے کٹھن دور کے بعد سہولت اور آسانی کا دور آتا ہے۔ اور تاریک و مہیب رات کے بعد سپیدۂ صبح نمودار ہوتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ قوموں کی تعمیر و ترقی اور کامیابی و کامرانی کے امکانات بظاہر معدوم ہو گئے ہیں۔ لیکن اسی نازک گھڑی میں ان کے عزم و حوصلہ، ہمت و بہادری اور محنت و جفاکشی نے تخریب کو تعمیر سے اور ناکامی کو کامرانی سے بدل دیا ہے۔ مسلمان بھی ایسے ہی نازک موڑ پر آ گئے ہیں جہاں اگر وہ سنبھل گئے تو تخریب کے پردے سے تعمیر کا راستہ نکل آئے گا۔ اور دشواریوں اور مشکلات کے طوفان میں بھی وہ ساحل مراد سے ہمکنار ہو جائیں گے،

زندہ اور بہادر قوموں کا عزم سفر سنگلاخ زمینوں کو بھی عبور کر لیتا ہے۔ اور چٹانوں کو پاش پاش کر دیتا ہے، لیکن اگر اب بھی وہ ٹھوکریں کھاتے اور مایوسی و بزدلی کا شکار رہے تو ان کی تعمیر و ترقی کی راہ باز نہیں ہو سکے گی۔ اور ناکامی و نامرادی ہی ان کا مقدر بن جائے گی۔ کوئی معجزہ اور کرامت بھی انھیں قوت و توانائی نہیں بخش سکے گی۔

اس موقع پر ہم بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک واقعہ کا حوالہ دینا چاہتے ہیں۔ جس کا ذکر تورات (صحیفۂ سموئیل) اور قرآن مجید (سورۂ بقرہ) دونوں میں ہے حضرت موسیٰ کے ظہور کے ابتدائی دور میں بنی اسرائیل لاکھوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود نہایت ذلیل و خوار ہو گئے تھے۔ شرک و بدعت کے اثر و نفوذ کی وجہ سے ان کی دینی و اخلاقی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ اور اجتماعی تنظیم نہ ہونے کی بنا پر ان کی سیاسی حالت بھی ابتر تھی۔ ان کے انتشار و پراگندگی نے ان کے دشمنوں کو اس قدر ڈھیٹ بنا دیا تھا کہ وہ بلا خوف و خطر ہر چہار جانب سے ان پر یورش کر رہے تھے۔ اور ان پر ایسا خوف و ہراس اور دہشت و مرعوبیت طاری تھی کہ دشمنوں کے مقابلے کی کوئی ہمت اور سکت ان میں باقی نہیں رہ گئی تھی۔ فلسطینی ان کے شہروں سے انھیں نکال رہے تھے اور ان کا قتل عام کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ خدا کا مقدس صندوق بھی ان سے چھین لے گئے۔

صندوق کا چھن جانا بنی اسرائیل کی عزت و حشمت چھن جانے اور ان کی اخلاقی و ایمانی موت کے مرادف تھا۔ قرآن مجید نے بھی ان کی اس بزدلی کی زندگی کو موت ہی سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ یہ ان کی ذلت و نکبت، مجبوری و بے بسی اور پسپائی و پامالی کی آخری حد تھی۔ صندوق کی حیثیت یہود کے یہاں قبلہ کی تھی جس کو وہ اپنے خیمۂ عبادت میں ایک مخصوص جگہ بڑے اہتمام کے ساتھ پردوں کے بیچ میں رکھتے اور دعا و عبادت میں اسی کی طرف متوجہ ہوتے۔ ان کے ربی و کاہن غیبی رہنمائی کے لیے اسی کو مرجع بناتے۔ مشکل حالات، قومی مصائب اور میدان کارزار میں یہی تابوت بنی اسرائیل کا عزم و حوصلہ قائم رکھنے میں معاون ہوتا۔ اس میں تورات اور صحرائی زندگی کے دور کی بعض یادگاروں کے علاوہ

حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ اور ان کے خاندان کے کچھ تبرکات محفوظ تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں ان کے خداوند کی جانب سے وہ سامانِ تسکین و اطمینان تھا جو پُرخطر حالات اور جنگ کے مصائب میں ان کے لیے موجب قرار و حوصلہ تھا۔

بیس برس تک بنی اسرائیل پر ذلت و نامرادی کی یہ کیفیت طاری رہی۔ اس کے بعد حضرت سیموئیلؑ کی پیغمبرانہ دعوت سے ان میں بیداری پیدا ہوئی۔ ان ہی کی اصلاحی و تجدیدی کوششوں سے وہ شرک و بدعت سے باز آئے۔ گناہوں اور معصیتوں سے تائب ہوئے اور اپنے افتراق و انتشار کو دور کرکے دوبارہ منظم و متحد ہوئے۔ غرض جب انھوں نے اپنے حالات و معاملات درست کر لیے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر اپنا فضل کیا اور انھیں ازسرِ نو زندگی بخشی۔ چنانچہ ان میں فلسطینیوں سے مقابلہ کی قوت و ہمت پیدا ہوئی۔ جس کے بعد انھوں نے ان سے اپنے چھینے ہوئے شہر واپس کرا لیے۔ اور اپنی عزت و حشمت بھی دوبارہ حاصل کر لی۔ یعنی خدا کا صندوق کہ دبیوں کی رہنمائی اور فرشتوں کی مدد سے ان کو دوبارہ مل گیا۔ قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی قوم اپنے لیے ذلت و نامرادی کو پسند کرتی ہے تو خدا بھی اسے ذلت و نامرادی کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اور اگر کوئی قوم عروج و سربلندی کی طالب ہوتی ہے اور اس طلب کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو عزت و سربلندی بخشتا ہے۔

تاریخ بنی اسرائیل کا یہ واقعہ بڑا سبق آموز ہے۔ مسجد کا چھن جانا مسلمانوں کی عزت و حشمت کا خاک میں مل جانا ہے جس کے بعد سے وہ مسلسل سنگین حالتوں سے دوچار ہیں۔ لیکن زندگی و موت کے اس دوراہے پر وہ کدھر جائیں۔ اس کا فیصلہ ان ہی کو کرنا ہے۔ اگر موت سے ڈر کر انھوں نے خوف اور بزدلی کی زندگی اختیار کی تو انھیں موت سے کوئی چیز بچا نہیں سکے گی اور اگر وہ موت سے نڈر اور بے پروا ہو کر ایمان و اسلام کی زندگی اختیار کرنے کا عزم مصمم کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو باعظمت زندگی اور آخرت میں حیاتِ جاوداں سے سرفراز فرمائے گا۔

مقالات

مولانا فراہیؒ اور حدیث نبویؐ

از

مولوی محمد اکرم ندوی آکسفورڈ

(۲)

۳۔ صحابۂ کرام کی تفسیر تفسیر بالماثور میں قرآن کریم اور حدیث نبویؐ کے بعد صحابۂ کرام کی تفسیر تیسرے درجہ پر ہے، علامہ زرکشی اور علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یہی علماء کا مسلک رہا ہے، مولانا فراہیؒ کا قول بھی نقل ہو چکا ہے کہ وہ صحابۂ کرام کی تفسیر کو تیسرے درجہ پر مانتے ہیں، ذیل میں مولانا کی بعض دیگر تصریحات نقل کی جاتی ہیں، مولانا فرماتے ہیں:

> "اس میں شک نہیں کہ متعدد اسباب کی بنا پر فقہائے صحابہ بلکہ صحابۂ کرام کی عام جماعت قرآن کریم کے سب سے زیادہ عالم تھے اور ان کو دوسروں کے مقابلہ میں قرآن کریم کی بصیرت اور فہم بھی زیادہ حاصل تھی۔"[لہ]

ایک جگہ فرماتے ہیں:

> "اس میں شک نہیں کہ بہت سے صحابۂ کرام جس وقت قرآن کریم کی تفسیر بیان فرماتے تھے، ان کی مثال موجیں مارنے والے سمندر اور موسلا دھار بارش برسانے والے بادل کی ہوتی تھی، وہ اپنے سامعین اور مخاطبین کے سینوں کو علم و دانائی سے بھر دیتے تھے[لہ]

مولانا فراہیؒ اور احادیث و آثار سے استدلال کی مثالیں ذیل میں کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں، جن سے واضح ہوگا کہ مولانا نے تفسیر میں اخبار احاد اور صحابہ کرام کے اقوال سے کس قدر استفادہ کیا ہے۔

سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں نماز کے اندر اس سورہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عملی اور قولی تواتر مثلاً حدیث "خداج" اور حدیث "قسمت الصلاۃ بینی و بین عبدی" سے یہ ثابت ہے کہ سورۂ فاتحہ نماز کی سورہ ہے۔"[۶۲]

سورہ ذاریات کی آیت "وبالاسحار ھم یستغفرون" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"صحیح حدیثوں میں بھی استغفار کے لیے اس وقت کی موزونیت کا ذکر ہے۔"[۶۳]

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"وبالاسحار" میں جو واو ہے اس سے حضرت حسن نے ایک لطیف نکتہ پیدا کیا ان کے نزدیک یہ واو متقین کی دونوں صفتوں کے اتصال کی دلیل ہے، یعنی یہ متقین نماز میں ایسے مستغرق اور منہمک ہوتے ہیں کہ سحر کے استغفار کا وقت آجاتا ہے، آیت کے لفظوں کا ظاہر مطلب تو یہ نہیں ہے لیکن نکتہ ہے لطیف۔"[۶۴]

ایک جگہ دین فطرت کی صفت اعتدال پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اس حقیقت کی توضیح فرمائی ہے کہ دین فطرت اور صراط مستقیم سرتاسر اعتدال اور میانہ روی ہے۔"[۶۵]

سورہ تحریم کی تفسیر میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی خیانت کے سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک یہ تمام باتیں حضرت ابن عباس کی مستحسن استنباطات میں سے ہیں۔

اس بارہ میں آنحضرتؐ سے کوئی صحیح قول مروی نہیں ہے۔"[۶۶]

اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فراہیؒ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کو کس قدر اہمیت دیتے ہیں، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ فقہاء اور محدثین کی جماعت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صحابہ کرام کے اجتہادی قول اور منقول قول کے درمیان تفریق کا ہمہ وقت احساس رکھتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عظیم کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس مضمون کی توضیح صحیحین کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا گیا اور بقیہ تمام مخلوق کو دوسرے پلڑے میں، جب آپ تمام مخلوق پر بھاری ثابت ہوئے تب آپ کا انتخاب فرض رسالت کی ذمہ داریوں کے لیے عمل میں آیا۔"[۶۷]

وادی محسر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"صحاح میں روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے نہایت وقار و سکون کے ساتھ چلے اور دوسرے لوگوں کو بھی سکون کے ساتھ چلنے کا حکم دیا، لیکن جب وادی محسر میں پہنچے تو آپ نے رفتار تیز کردی۔"[۶۸]

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"اس کی تائید امام شافعی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو کتاب الام وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمر بطن محسر میں سواری تیز کردیا کرتے تھے۔"[۶۹]

کوثر کی تفسیر میں مختلف روایتوں کو جمع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اب قرآن اور حدیث کے درمیان کامل تطبیق کے لیے یہ کہا جائے کہ جو کوثر اللہ تعالیٰ نے

اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں عطا فرمایا ہے، وہی اپنی حقیقی شکل میں موقف کا حوض اور جنت کی نہر ہے تو یہ تطبیق زیادہ بہتر ہوگی۔

مزید فرماتے ہیں:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری مسجدوں کو نہر سے تشبیہ دی ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ارایتم لوان نہرا بباب احدکم یغتسل فیہ خمسا[۱]

اس کے بعد حوض اور کوثر کی تشریح کے لیے متعدد روایتیں ذکر کی ہیں۔

سورۂ کافرون کی تفسیر میں مولانا نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے کہ ہجرت جنگ اور برات کا اعلان ہے، اس کی تائید کے لیے متعدد روایتیں ذکر کی ہیں[۲]

یہ چند مثالیں ہیں کہ مولانا نے اپنی تفسیر میں اخبار اور آثار سے کس قدر استفادہ کیا ہے، آیتوں کے پس منظر اور مختلف متعلق چیزوں کی وضاحت کے لیے انھوں نے بار بار روایات کی طرف رجوع کیا ہے اور کیا یہ ممکن ہے کہ جس پر یہ کتاب نازل کی گئی ہے اسکی سیرت کی روشنی کے بغیر سمجھ لی جائے، پوری کتاب چھوڑیے صرف نماز کو لیجیے، کیا سنت سے اعراض کر کے تنہا کتاب الٰہی سے نماز کو سمجھا جا سکتا ہے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ پنج وقتہ نمازوں کی صحیح ادائیگی سینکڑوں احادیث پر عمل کرنے کے بعد ہی ممکن ہے، اسی طرح امام ابوحنیفہ پر یہ الزام ہے کہ ان کو صرف سترہ احادیث معلوم تھیں، یہ الزام کس قدر مضحکہ خیز ہے اس سے ہر وہ شخص واقف ہے جو جانتا ہے کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے اور صرف عمل کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔

احتیاط کے اسباب لیکن مولانا نے روایات کا انبار لگانے میں احتیاط برتی ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ صحیح تفسیری روایات بہت کم ہیں، صحیح مسلم میں تفسیر کا باب بہت مختصر ہے،

بخاری شریف میں بھی تفسیر سے متعلق صحیح احادیث بہت کم ہیں، امام بخاری نے حسب معمول اپنے استنباط سے کام لے کر اس باب کو کچھ طول دینے کی کوشش کی ہے، اس میں شک نہیں کہ تفسیر کے علاوہ دوسرے ابواب میں موجود احادیث کے ذخیروں سے تفسیر میں مدد ملتی ہے اور ہمیشہ علماء نے ان احادیث سے استفادہ کیا ہے، مولانا فراہیؒ نے بھی بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کیا ہے، جس کی مثالیں اوپر آچکی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ روایتوں کی کثرت قرآن فہمی کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے اور تربیت و تزکیہ نفوس جیسے اعلیٰ مقاصد پردۂ خفا میں چلے جاتے ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے:

"تفسیر ماثور کے باب میں مروی اکثر احادیث یا ان کا بیشتر حصہ قرآن فہمی کے لیے ایک حجاب ہے اور اس سے قاری کی توجہ نفوس بشری کو پاکیزہ بنانے والے اور انسانی عقول کو بصیرت عطا کرنے والے اعلیٰ قرآنی مقاصد سے ہٹ جاتی ہے، تفسیر بالماثور کو ترجیح دینے والی ان روایتوں کی بھرمار سے لوگوں کی توجہ قرآن کریم کے اعلیٰ مقاصد سے دور کر دیتی جن روایتوں کی سند کے لحاظ سے نہ کوئی قیمت ہے اور نہ موضوع کے اعتبار سے"

ساتھ ہی اس کا بھی ذکر ضروری ہے کہ مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ بھی امت کے دوسرے مفسرین اور علمائے مجتہدین کی طرح ایک انسان ہیں، ہر شخص کو یہ آزادی حاصل ہے کہ علمی بنیادوں پر مولانا کی رائے سے اختلاف کرے، مولانا خود بھی اس نزاکت کو محسوس کرتے ہیں اس لیے اسلاف کے طرز پر چلتے ہوئے مولانا اپنے ذاتی اجتہاد کو کبھی قطعیت کا درجہ نہیں دیتے، ہماری پوری تاریخ میں کوئی مجتہد ایسا نہیں گزرا ہے جس سے اختلاف نہ کیا گیا ہو۔

محدثین کا اتفاق ہے کہ روایتوں کی تصحیح اور تضعیف ایک اجتہادی امر ہے، کتنی روایتیں ہیں کہ کسی کے نزدیک معمول بہ ہیں اور کسی کے نزدیک متروک، لیکن ان مثالوں کی وجہ سے کیا انکار حدیث یا حدیث سے اعراض یا حدیث کے باب میں کوتاہی کا الزام لگانا صحیح ہوگا اور اگر اس کا دروازہ کھل گیا تو بتایا جائے کہ اس الزام سے سعید بن مسیب، امام عطاء بن ابی رباح، امام ابراہیم نخعی، امام عامر شعبی، امام ربیعۃ الرای، امام ابو حنیفہ، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام سفیان ثوری، امام وکیع بن جراح، امام اوزاعی، امام مالک، امام لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور دیگر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کون محفوظ رہ سکتا ہے؟ کسی جزئی واقعہ یا مثال میں تو ایک مجتہد دوسرے کی رائے سے اختلاف کر سکتا ہے، لیکن کلی طور پر کسی کو مطعون کرنا ایک ایسی جرأت ہے جس کی نظیریں صرف باطل فرقوں کے یہاں مل سکتی ہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی شہادت | مولانا کے مسلک کی وضاحت یا تو ان کی تحریروں سے ہو سکتی ہے یا پھر مولانا کے براہ راست شاگرد کر سکتے ہیں، مولانا کی تحریروں کے حوالے اوپر آچکے ہیں، ذیل میں مولانا کے مشہور و معروف شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی کی شہادت نقل کی جاتی ہے:

"میں نے چھ سال ان کی صحبت میں رہ کر حدیث کے متعلق ان کا نقطۂ نظر جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ وہ سنت کو قرآن کے بعد اسی طرح دین کا دوسرا ماخذ سمجھتے ہیں جس طرح سارے صحیح العقیدہ مسلمان سمجھتے ہیں، البتہ وہ علمائے محققین کی طرح روایات کے قبول کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے، تفسیری روایات کے بارے میں وہ خصوصیت کے ساتھ بہت زیادہ محتاط تھے، ان روایات کو وہ ہرگز نہیں

قبول کرتے جو صریحاً قرآن کے خلاف پڑتی تھیں"[۴]

ایک جگہ کچھ زیادہ وضاحت سے فرماتے ہیں:

"میں پورے چھ سال ان کی صحبت میں شب و روز رہا ہوں، اس چھ سال کی صحبت میں شاید ہی کوئی صبح و شام ایسی گزری ہو جس میں مجھے علمی و مذہبی اور ادبی و سیاسی مسائل پر ان سے کھل کر بحث کرنے اور ان کے خیالات معلوم کرنے اور اپنے شبہات ان کے سامنے پیش کرنے کا موقع نہ ملا ہو، میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھے کبھی ان کی صحبت میں یہ گمان بھی نہیں گزرا کہ مولانا حدیث کے بارے میں اس نقطۂ نظر سے کوئی مختلف نقطۂ نظر رکھتے ہیں جو محققین امت کا ہے"[۵]

مولانا فراہیؒ اور عملی زندگی میں سنت کی پیروی | مولانا امین احسن صاحب فرماتے ہیں:

"عمل میں بھی وہ نہایت سخت متبع سنت تھے میں ان کی صحبت میں اکثر یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ عملی مسائل میں علامہ ابن قیم کی زاد المعاد زیادہ پیش نظر رکھتے ہیں، مولانا کا طرز فکر بالکل حکیمانہ تھا، اس وجہ سے سابقہ پڑنے سے پہلے میرا گمان ان کے بارے میں یہ تھا کہ وہ کم از کم فروعی مسائل میں زیادہ جزرسی اور خردہ گیری سے کام نہ لیتے ہوں گے، لیکن اتباع سنت کے معاملہ میں وہ اپنا اور اپنے شاگردوں اور دوستوں کا تو جزئیات پر بھی احتساب کرتے تھے، بعض مرتبہ نئے تعلیم یافتہ حضرات سے اس طرح کے معاملات میں بدمزگی بھی ہو جایا کرتی تھی"[۶]

سنت پر احتساب کی ایک مثال | مولانا امین احسن صاحب اپنا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

"ایک مرتبہ وہ (مولانا فراہیؒ) خود مجھ پر اس بات کے سبب سے معترض ہوئے کہ میرے پائینچے ٹخنوں سے نیچے تھے، میں اس زمانہ میں اس طرح کے اعتراضات کو مولویانہ خردہ گیری

خیال کرتا تھا، چنانچہ میں نے مولانا جیسے حکیم کی طرف سے اس اعتراض کو کچھ عجیب سا محسوس کیا اور اپنے اس احساس کو مولانا پر بھی ظاہر کر دیا، گفتگو کچھ بڑھی اور وہ حدیثیں زیر بحث آگئیں جو اس بارہ میں وارد ہیں، میں نے ان احادیث سے متعلق اپنا نقطۂ نظر پوری قوت کے ساتھ پیش کیا لیکن مولانا نے جواب میں ایک حکیمانہ بات فرمائی جو میرے دل میں اتر گئی، میں نے فوراً عرض کیا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اس پر نہایت خوشی سے راضی ہوں کہ آپ اپنے ہاتھ سے میرے پائینچے اتنے کاٹ دیں جتنے حدود شرع سے زائد ہیں، مولانا نے فوراً ہنستے ہوئے قینچی منگوائی اور فی الواقع اپنے ہاتھ سے میرے پائینچے اتنے کاٹ دیے جتنے ٹخنوں سے نیچے تھے[۵۷]

مولانا امین احسن صاحب نے داڑھی سے متعلق بھی ایسا ہی ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا فراہیؒ کو سنت کا کس قدر اہتمام تھا[۵۸]

مولانا عبدالماجد دریابادی مولانا کے تقویٰ اور اتباع سنت کے اہتمام کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا (فراہیؒ) کی مذہبیت اور عبادت قابل دید تھی، نماز کی اولیت کا جو اہتمام رکھتے ایسا اہتمام میں نے ایک ہی جگہ اور دیکھا ہے اور وہ شخصیت حضرت اکبر الٰہ آبادی کی تھی، مولانا خود ہی سرگرم نمازی نہ تھے، دوسرے بھی ان کی ہیبت سے نمازی بن جاتے، جب تک مولانا کا قیام رہتا احاطہ دار المصنفین کے اندر نماز کا خوب چرچا رہتا"[۵۹]

حرف آخر | یہ رجحان بہت ہی خطرناک ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے احسانات، ان کے کارناموں اور ان کی کوششوں کو سراہنے کے بجائے ان پر الزام تراشی اپنا پیشہ بنا لیں، مولانا فراہیؒ کی تصنیفات ناپید نہیں ہیں، مولانا کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد دبکثرت

موجود ہیں ان سے تحقیق کی جا سکتی ہے، جس طرح احادیث کا انکار ایک فتنہ ہے اسی طرح حدیث کے نام پر ہر رطب و یابس کو دین میں رواج دینا فتنۂ عظیم ہے، اہل سنت والجماعت کا مسلک ہمیشہ اعتدال کا رہا ہے، اسلاف اخبار احاد کے بارے میں بہت محتاط تھے، کیا خبر واحد کو قبول کرنے میں احتیاط کرنا حدیث سے انکار کی دلیل ہے؟ کیا خود شارع علیہ السلام نے احتیاط کی تعلیم نہیں دی؟ کیا خلفائے راشدین اور مجتہدین صحابہ نے احادیث کے بارے میں احتیاط سے کام نہیں لیا؟ پھر مولانا فراہیؒ تو صرف اس وقت خبر واحد کے بارے میں توقف کرتے ہیں جب وہ قرآن یا سنت سے معارض ہو، کیا یہ دین میں کوئی بدعت ہے؟ کیا قرآن سے تعارض حدیث کے ضعف کی دلیل نہیں ہے، کیا حدیث کے ذخیروں میں پائی جانے والی ہر حدیث پر عمل کرنا اسلاف کی سنت ہے؟ کیا امام ترمذی اپنی کتاب میں بار بار علماء کے مسلک نقل نہیں کرتے کہ کس حدیث پر کس کا عمل ہے اور کس پر کس کا؟ کیا خود امام ترمذی کا یہ بیان نہیں ہے کہ ان کی کتاب میں دو حدیثیں ایسی ہیں جن پر کسی کا عمل نہیں ہے؟ آخر کس امام کا یہ مسلک ہے کہ تصحیح و تضعیف کے سلسلہ میں ائمہ و محدثین کے اصول نص قطعی کا درجہ رکھتے ہیں؟ اور کیا ان اصولوں میں اور رجال کے نقد کے سلسلہ میں ائمہ میں شدید اختلاف نہیں ہے؟ جرح و تعدیل کے مراجع دیکھئے کیا بڑے بڑے ائمہ مجروحین کی صف میں نظر نہیں آتے؟ کیا جمہور امت کا مسلک یہ نہیں ہے کہ خبر واحد ظنی ہے؟ ذرا انصاف کیجئے کہ اس قدر ظنی بنیاد پر الزام تراشی کہاں سے دفاع عن السنۃ کے خانہ میں آتی ہے؟

ایک عرب شاعر کہتا ہے:

وکم من عائب قولاً صحیحا   وآفتہ من الفہم السقیم

(صحیح بات پر تنقید کرنے والے کتنے ایسے ہیں کہ ان کی مصیبت خود ان کی بیمار سمجھ ہے)

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:

اذا لم تر الهلال فسلم لاناس رأوه بالابصار

(اگر تمہیں ہلال نظر نہیں آتا تو ان کی بات مان لینی چاہیے جنھوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے)۔

---

٦١ مولانا فراہی: رسائل الامام الفراہی، التکمیل فی اصول التاویل ۲۲۰ ٦٢ ایضاً ۲۳۱۔۲۳۲ ٦٣ مولانا فراہی: تفسیر نظام القرآن، ترجمہ: مولانا امین احسن اصلاحی ۴۷ ٦٤ ایضاً ۱۰۶ ٦٥ ایضاً ۱۰۷ ٦٦ ایضاً ۱۶۵ ٦٧ ایضاً ۱۸ ٦٨ ایضاً ۲۵ ٦٩ ایضاً ۴۰۵ ٧٠ ایضاً ۴۰ ٧١ ایضاً ۴۱ ٧٢ ایضاً ۴۱۹ ٧٣ ایضاً ۴۱۸ ٧٤ شیخ محمد عبد العظیم زرقانی: مناہل العرفان ۲/۲۵ ٧٥ مولانا امین احسن اصلاحی: مقدمہ تفسیر نظام القرآن ۱۸ ٧٦ ایضاً ۱۶ ٧٧ ایضاً ۱۶/۱۷ ٧٨ ایضاً ۱۷ ٧٩ مولانا عبد الماجد دریابادی: معاصرین ۱۲۲۔

فارم ۱۷

دیکھو رول نمبر ۸

معارف پریس اعظم گڈھ

نام مقام اشاعت: دار المصنفین اعظم گڈھ پتہ: دار المصنفین اعظم گڈھ

نوعیت اشاعت: ماہانہ نام پبلشر: " " "

نام پرنٹر: عتیق احمد ایڈیٹر: ضیاء الدین اصلاحی

قومیت: ہندوستانی قومیت: ہندوستانی

نام و پتہ مالک رسالہ دار المصنفین

میں عتیق احمد تصدیق کرتا ہوں کہ جو معلومات اوپر دی گئی ہیں وہ میرے علم و یقین میں صحیح ہیں۔ عتیق احمد۔

مُلّا محمد صُوفی مازندرانی

از ڈاکٹر نور السعید اختر، بمبئی،

شہنشاہ اکبر کے یگانۂ روزگار نورتن ابوالفضل علامی نے "آئین اکبری"[1] میں عہد اکبر کے جن شعراء کا ذکر کیا ہے ان میں مازندران کے یہ دو شاعر بھی ہیں، صوفی مازندرانی اور قاسمی مازندرانی۔

مازندران کے علاوہ صوفی کی نسبت کئی شہروں سے ہے۔ یہ محض اتفاق ہے کہ اس عہد میں صوفی تخلص کے متعدد شعراء گذرے ہیں۔ تذکرۂ صحف ابراہیم[2] میں حسب ذیل چھ شعراء کا ذکر ہے۔

۱۔ صوفی مازندرانی ۲۔ صوفی شیرازی ۳۔ صوفی کرمانی ۴۔ صوفی اردستانی ۵۔ صوفی آملی ۶۔ صوفی ہمدانی۔

نام، لقب اور وطن ملا محمد صوفی کے نام، لقب اور وطن کی بابت فارسی تذکروں میں اختلافات ہیں۔ آذر[3] نے ملا محمد صوفی کو اصفہانی بتایا ہے۔ عرفات[4] کے مولف نے صوفی کو سہواً استرآبادی لکھا ہے۔ میر حسن دوست سنبھلی نے تذکرۂ حسینی[5] میں ملا محمد صوفی مازندرانی کا نام مولانا یوسف صرفی مازندرانی درج کیا ہے۔ معتمد خان بخشی نے "اقبال نامۂ جہانگیری"[6] میں عہد جہانگیر کے جن شعراء کی فہرست دی ہے اس میں چوتھے نمبر پر ملا محمد صوفی کا ذکر پایا جاتا ہے۔

ملا محمد صوفی کے نام، لقب اور وطن کی بابت رضا قلی خاں ہدایت مولف تذکرۂ ریاض العارفین[۸] کی مندرجہ ذیل عبارت قابل غور ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسمش ملا محمد، ملقب بصوفی، اصل از مازندران بہشت نشان... صاحب آتشکدہ لقبش را تخلص دانستہ او را اصفہانی خواندہ، خالوی مولوی جامی شمردہ و چنین نیست باسم (محمد)[۱] تخلص می کند و مازندرانی است۔"

بندرا بن داس خوشگو نے کسی تسامح کے باعث صوفی کو عوفی لکھ کر چند غلط فہمیاں پیدا کر دی تھیں جس کا ازالہ گلچین معانی نے تاریخ تذکرہ ہای فارسی[۹] میں کر دیا ہے۔

صوفی مازندرانی کی نایاب مثنوی صوفی نامہ کے کاتب فاضل بیگ[۱۰] نے سرورق پر تحریر کیا ہے کہ:

"صوفی نامہ از نتیجۂ افکار حضرت ملا محمد صوفی کہ بسلطان صوفی معروف بود، اصلش از کرمان است، و مولودش شیراز، مدتے سر و پا برہنہ در عالم سیاحت بردہ بمراتب اعلیٰ رسیدہ الحق صفا کشان صومعہ و علمی و تدبیر اعلیٰ دارد۔"

اور بنٹیل بایوگرافیکل ڈکشنری کے مصنف تھامس ولیم بیل[۱۱] اور مفتاح التواریخ[۱۲] کے مصنف نے صوفی کو آملی قرار دیا ہے۔ طاہر نصرآبادی نے[۱۲] صوفی کو کرمان سے منسوب کیا ہے۔

دیوانِ مولانا محمد صوفی کے مرتب سید محمد طاہری شہاب[۱۳] کتاب کے تعارفی صفحے پر صوفی کے نام کے ساتھ مازندرانی لکھتے ہیں لیکن تذکرۂ میخانہ[۱۴] کے مولف کے بیان کا حوالہ پیش کرتے ہوئے اس امر کے معترف نظر آتے ہیں کہ صوفی کا وطن مالوف آمل تھا۔

۱۔ صوفی نے غزلوں میں "محمد" اور قصائد و رباعیات میں صوفی تخلص استعمال کیا ہے۔

طاہری شہاب کا اعتراف ہے کہ:

"محمد صوفی مازندرانی کہ در شعر بنام (محمد) و (صوفی) تخلص دارد۔ طبق شرحی کہ صاحب تذکرۂ میخانہ ملا عبدالنبی فخرالزمانی قزوینی نوشتہ اند: در شہر آمل بدنیا آمدہ، در ایام جوانی۔ از موطن خود خارج و مدتی را در ری و اصفہان رحل اقامت افگندہ و سالکِ وادیِ عرفان و تصوف گشت و بریاضت و تہذیب نفس پرداخت و بعلت تمایل بمسالک درویشی شعرگوئی را آغاز و منظوماتِ عارفانہ و صوفیانہ می سرود۔"

دیوانِ صوفی کے صفحہ نمبر ا، پر طاہری شہاب تذکرہ نویسوں کے اشتباہات کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ بانکی پور پٹنہ[۱۵] کے فہرست نگار نے مولانا محمد صوفی کی دو رباعیوں کا حوالہ دیا..... اس بنا پر:

"این گونہ اشتباہات را سائر تذکرہ نویسان ہم در حق ملا محمد صوفی مرتکب شدہ چنانکہ بعضی او را کرمانی و برخی ہمدانی و دستۂ دیگر اردستانی و کاشمری دانستہ حتیٰ لطفعلی بیگ آذر، در تذکرہ آتشکدہ وی را جزو شعرا اصفہان بقلم آوردہ است و اشعاری را کہ بنام صوفی کرمانی ہمدانی، اردستانی کہ کاشمری، شیرازی، اصفہانی یادداشت کردہ اند۔"

در اصل ملا محمد صوفی کو ان کے وطن کے سلسلے میں دس شہروں[۱۶] سے منسوب کیا گیا ہے حالانکہ ان کا براہ راست تعلق صرف تین شہروں سے تھا۔ داخلی شہادتوں کی روشنی میں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ملا محمد صوفی آملی، صوفی شیرازی اور صوفی مازندرانی علیحدہ نہیں ہیں بقیہ ہم تخلص شاعروں کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صوفی کے مندرجہ ذیل اشعار اس امر کی تائید کرتے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

مرا گجرات از آن گشت مسکن — کہ از مازندرانم یادگار است[۱۷]

بشیرازم نمی بلا آب روئی — از آں کہ خاک و آب دیگر ہستم

مبادا منقطع از خاک شیراز — سرشک باد فیض ذوالجلالی[۱۸]

صوفی اپنے تخلص "محمد" سے کم اور اپنے لقب (صوفی) سے زیادہ معروف و مقبول تھے۔ انھوں نے غزلوں میں محمد اور رباعیات میں صوفی تخلص استعمال کیا ہے۔ "تذکرہ منتخب اللطائف اثنا یمانی ۔۔۔ القصہ او صوفی و محمد ہر دو تخلص می نماید" ص۲۴۰

تاریخ ولادت | ملا محمد صوفی مازندرانی کی تاریخ پیدائش کے سلسلے میں تمام تذکرے ساکت ہیں۔ صوفی کے دیوان کے مطالعہ سے چند اندرونی شہادتیں میسر آتی ہیں جن سے اس امر کی توثیق ہوتی ہے کہ صوفی نے ستر برس سے زیادہ عمر پائی تھی چنانچہ کہتے ہیں

دل از وصلِ جوانان شاد دارم — اگرچہ عمر بہ ہفتاد دارم[۱۹]

گشت قامت دوتا و با من گفت — کہ ہمی زیر خاک باید خفت

(صوفی کا خط بنام غازی خان)

صوفی کی وفات کے تاریخی مادوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ۱۰۳۴-۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء میں بقیدِ حیات نہیں تھے[۲۰] لہٰذا اگر ۱۶۲۵ء مطابق ۱۰۳۵ھ سے ستر برس گھٹا دیے جائیں تو ۹۶۸ھ مطابق ۱۵۵۰ء سن برآمد ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی سن کے آس پاس صوفی کا پیدا ہونا قرینِ قیاس ہے جبکہ بلینڈ (Bland)[۲۱] نے جنرل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن (ix ص۱۶۵) میں کہا ہے کہ صوفی ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۸ء تک گجرات میں زندہ تھے۔ بقول المقتدر ص۱۰۶ تذکرہ ریاض الشعرا میں صوفی کی تاریخ وفات موجود ہے۔

صوفی کے طول العمری کی طرف داخلی اشارے ملاحظہ کیجیے۔

مرا در سختی و در محنت و رنج — جوانی رفت و پیری در گذشت[۲۲]

فشکل حکایتی است من سال خوردہ را[۲۳]

نوبہارِ حیاتِ من گذشت — این زمان وقت برگ ریزان است[۲۴]

موی چون روی پنبہ زار شدہ — روی چون پشتِ سوسمار شدہ[۲۵]

پیری سر راہ ناصوابی دارد — گلنار رخم برنگ آبی دارد[۲۶]

بام و در چار رکن دیوار وجود — لرزان شدہ روی در خرابی دارد

وطن سے محبت | صوفی کو اپنے وطن مازندران (ایران) سے حد درجہ محبت تھی، وطن میں ناقدری اور نامساعد حالات نے انہیں ہجرت کے لیے مجبور کر دیا تھا، صوفی نے تحفظ کی خاطر ہندوستان کا رخ کیا تھا۔ تاہم وطن کی یاد ہمیشہ ان کے دل میں چٹکیاں لیتی رہی اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے

بند این جسم بگسلم از خویش — تا برد باد سوی ایرانم[۲۷]

ایران و عراق کی سرزمین ان کی آرزوؤں اور خوابوں کا مسکن تھی، چنانچہ ہوا کے دوش پر عراقی دوستوں کو خیر و عافیت کا پیغام بھیجتے ہیں

اگر ای باد بگذری بعراق — باز گو حال من بیارانم[۲۸]

بالآخر صوفی نے جب گجرات (احمد آباد) کو اپنا مسکن بنا لیا تو انہیں وطن کی یاد یوں آئی

مرا گجرات از آن گشت مسکن — کہ از مازندرانم یادگار است[۲۹]

حالات | صوفی کے حالات سے متعلق ان کے دیوان میں چند داخلی اشارے پائے جاتے ہیں۔ متعدد تذکروں اور کتابوں کی چھان بین کے بعد مزید حوالے دستیاب ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر نیر مسعود، صدر شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی عرصہ قبل پی ایچ ڈی کے

مقالہ کے لیے صوفی کا دیوان مرتب کر چکے ہیں۔ اس کے کچھ سال بعد ڈاکٹر پروفیسر محمد صدیق کی نگرانی میں پٹنہ یونیورسٹی میں ڈاکٹر محمد قیس نے صوفی پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا، افسوس ہے کہ راقم کی رسائی ان مقالوں تک نہ ہو پائی، نومبر ۱۹۶۳ء میں 'جامعہ' دہلی کے شمارے میں ڈاکٹر امیر حسن عابدی کا مقالہ شایع ہوا۔ ڈاکٹر امیر حسن عابدی کی ایما پر راقم نے نیشنل میوزیم دہلی سے صوفی کے دیوان کا عکس حاصل کیا۔ اسی دوران استاد گرامی ڈاکٹر نذیر احمد نے راقم کی توجہ صوفی کی نایاب مثنویوں کی جانب مبذول کرائی جو کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد کی مخزونہ ہیں۔ راقم نے بہرصورت ان مثنویوں کی نقول اور عکس حاصل کیا۔ ایران کے سفر کے دوران راقم نے تہران اور دوسرے کتب خانوں میں ان مثنویات کے دیگر قلمی نسخوں کی جستجو کی۔ جرمنی اور انگلینڈ کے کتب خانوں کی فہرستوں کو دیکھا لیکن ان نایاب مثنویوں کا کہیں سراغ نہیں لگا۔ دراصل یہ مضمون ان مثنویات کے تفصیلی وتحقیقی مطالعہ کا مقدمہ ہے۔ ایران میں راقم کو سید محمد طاہری شہاب کا مرتب کردہ دیوان مولانا محمد صوفی مازندرانی بھی مل گیا۔ اس دیوان میں بھی ان مثنویوں کا حوالہ نہیں ہے۔ راقم نے صوفی مازندرانی سے متعلق ایرانی کتب خانوں میں پائے جانے والے تمام حوالے نقل کر دیے جنکی تفصیل مقالہ کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

صوفی اسم بامسمیٰ اور باکمال شاعر تھے۔ ایران کی سیر و سیاحت کے بعد صوفی آذربائیجان وعراق (عجم) کے شہروں سے ہوتے ہوئے فارس پہنچے اور ایک عرصہ تک شیراز میں قیام پذیر رہے۔ یہاں کے اکثر لوگ، اصحاب سلوک تھے۔ لہٰذا انھوں نے صوفی کی خاطر خواہ پذیرائی کی۔ صوفی کے زیادہ اوقات مدرسوں میں

گذرتے، مریدین اور معتقدین ان سے روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔ سرزمین فارس کی آب و ہوا ان کے فطری ذوق شعری کے لیے نہایت سازگار ثابت ہوئی لیکن کچھ ہی عرصہ بعد نقطوی عقاید[۳۰] کی بنا پر ایرانی عالموں اور فاضلوں نے ان کو دہریہ قرار دے دیا۔ چنانچہ بقول دکتر سید علی رضا نقوی[۳۱] ؎

(۱) علما و فضلا بسوء اعتقاد و زندقہ و روش الحاد متہم گشت۔

(۲) اما چوں خیلی آزاد منش بود عدہ ای بر مخالفت وی کمر بستند۔

صوفی کو ترکِ تعلق اور گوشہ نشینی کے سوا چارہ نہ رہا۔ اس بدنامی کے باعث وہ بادشاہ وقت کو کیا منہ دکھاتے۔ لہٰذا انھوں نے شیراز کو خیرباد کہا اور نئی منزلوں کی طرف نکل پڑے۔ کازرون پہنچ [صوفی] نے ایک مدت تک وہاں قیام کیا۔ یہیں پر انھوں نے ردیف 'سخن' میں ایک شاندار قصیدہ شیخ المحققین ابوالقاسم[۳۲] کی مدح میں کہا۔ شیخ نے بھی ملا محمد صوفی کی تعریف میں قصیدہ[۳۳] تحریر کیا تھا۔ صوفی کے قصیدے[۳۴] کے ابتدائی اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

خدا گواست که در کازرون برای سخن — ظهور کرد درین روز با خدای سخن

خدایگانِ جهانِ سخن ابوالقاسم — که عقلِ کل سزدش کمترین گدای سخن

اسی اثناء میں ملا محمد صوفی کی قسمت نے پلٹا کھایا۔ شاہ عباس بزرگ صفوی کے ابتدائی عہد سلطنت (۹۹۶ھ تا ۱۰۳۸ھ) میں صوفی نے ایران سے رخت سفر باندھا اور مغل اعظم شہنشاہ اکبر کے عہد حکومت میں عقائد کی آزادی کی خاطر (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) ہندوستان پہنچے۔ صوفی ہندوستان میں قیام کے دوران کشمیر،[۳۵] احمد آباد، سورت (گجرات)[۳۶] میں سکونت پذیر رہے۔ صوفی پندرہ سال تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ

میں گزار چکے تھے اور متعدد بار حج بیت اللہ کی زیارت سے سرفراز ہو چکے تھے۔[37] بقول
شاہنواز خاں صوفی اس فریضہ سے عہد جوانی اور ہندوستان جانے سے پہلے سبکدوش
ہو چکے تھے[38 الف]

شعراء کے دواوین کی ورق گردانی اور ان کے جواہر پاروں کا انتخاب صوفی کا
محبوب مشغلہ تھا۔ وہ نہایت لگن کے ساتھ منتخبہ اشعار کی کتابت کرتے اور فرصت
کے لمحات میں سیر و تفریح[38] کے علاوہ نرد، کمانداری اور کتابت[39] کے شغل سے دل
بہلاتے تھے۔ صوفی کا کشکول[40] اور تذکرۂ بتخانہ[41] ان کے فن انتخاب پر دال ہیں۔ علم و ادب
کے تشنہ حضرات صوفی سے ملاقات کو سعادت تصور کرتے ان خوش نصیب لوگوں میں
تذکرۂ عرفات کا مولف تقی اوحدی[42] اور تذکرۂ میخانہ کا مولف عبدالنبی[43] بھی تھے۔
یہ لوگ صوفی کی رفاقت کو ایک گرانقدر عطیہ سمجھتے تھے۔ صوفی اپنے قدردانوں سے
نہایت عاجزی، انکساری، تپاک، خلوص اور فقیرانہ شان کے ساتھ ملتے تھے وہ
صوفیہ اور سالکین کی روش اپناتے اور غرور و نخوت کا اظہار تو کیا گمان تک نہیں
ہونے دیتے تھے۔ گجرات کی صوفیہ نواز سرزمین میں اجمیر سے واپسی پر ۱۰۲۴ھ کے
لگ بھگ[44] صوفی کی ملاقات میر سید جلال صدر، متخلص بہ رضائی بخاری جیسی
جلیل القدر شخصیت سے ہوئی میر سید جلال عہد شاہجہانی میں شش ہزاری منصب
پر فائز تھے۔ میر سید جلال متوفی ۱۰۵۷ھ کو ۱۰۵۲ھ میں دہلی کی صدارت بھی
تفویض ہوئی تھی۔ شاہنواز خان نے مآثر الامراء[45] میں ساری تفصیلات بیان کی ہیں۔
درحقیقت صوفی نے فن شعر گوئی میں "کسب نور" سنائی متوفی (۵۲۵ھ/ ۱۱۳۱ء)
کے "شعلۂ شعر" سے حاصل کیا تھا۔ بقول صوفی[46] سے

تا نہ پنداری کہ روشن از خود ست اینک بہ بین   کسب نور از شعلۂ شعر سنائی میکنم

البتہ شاہ نواز خان کا بیان[47] ہے کہ صوفی نے براہ راست میر سید جلال بخاری کو
اپنا استاد گردانا تھا۔

"میر سید جلال صدر بخاری تعلق خاطر بہمرسانیدہ تعلیم او نمود"

ایک طرف گجرات کا گورنر سیف خاں[48] صوفی کا معتقد اور قدردان تھا، دوسری
طرف شہنشاہ جہانگیر کی جانب سے ٹھٹھہ اور قندھار کا حاکم مرزا غازی ترخان[49] متخلص
بہ وقاری (متوفی ۱۰۲۱ھ) صوفی کا شیدا تھا۔ یہ شخص اپنی ہنرمندی، سخاوت، خوش طبعی،
معارف پروری اور خوشروی کے لیے مشہور تھا۔ صوفی کو مرزا غازی خاں نے قندھار
مدعو کیا تھا لیکن وہ بڑھاپے اور طویل سفر کے باعث اس کی دعوت قبول نہ کر سکے صوفی
نے جواب میں مرزا کے نام ایک مراسلہ ارسال کیا جس کو پڑھ کر صوفی کی علمی و ادبی استعداد
مرتبہ اور شگفتہ نویسی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے لیکن طوالت کی وجہ سے اسے قلم انداز
کیا جاتا ہے[50]

۱۰۲۱ھ کے بعد سیلانی طبیعت صوفی دوبارہ خواجہ اجمیر کے روضہ پر حاضر
ہوئے اور ۱۰۲۲ھ ہجری میں تذکرۂ میخانہ کا مولف عبدالنبی صوفی سے اجمیر میں متعارف ہوا
تھا۔ اس نے صوفی سے دوسری ملاقات کا تذکرہ بھی کیا ہے[51]

تقی الدین اوحدی مولف تذکرۂ عرفات نے بھی احمد آباد میں صوفی سے ملاقات
کی بابت لکھا ہے[52]

احمد آباد (گجرات) کی ادبی محفلوں میں اکثر مذاکرات اور بحث و مباحثہ ہوا کرتے
تھے۔ ایسے ہی ایک مذاکرے میں صوفی اور نظیری نیشاپوری جو ہم عصر شاعر تھے ایک

دوسرے سے کبیدہ خاطر ہو گئے اور ان کی برسوں کی دوستی جاتی رہی حتیٰ کہ نظیری نے ایک غزل میں کنایتہً یہ شعر کہا ؎

آرائش برون چہ کنی پشم گو سفند — گرگی کہ در درونست ترا گو سفند کن[۵۳]

یہ ذاتی پرخاش اتنی بڑھی کہ صوفی نظیری کی عیادت کے لیے نہیں گئے۔ لیکن سن ۱۰۲۳ھ میں صوفی نظیری کے جنازے میں شریک تھے۔ ۱۰۲۵ھ میں تقی الدین اوحدی[۵۴] صوفی سے آخری بار اجمیر میں ملا تھا۔ جہاں صوفی قطب المحققین خواجہ معین الدین چشتی کے مرقد مبارک کی زیارت کے لیے پہنچے تھے۔

اس امر کی تائید میں تذکرۂ صبح صادق کا مولف[۵۵] رقمطراز ہے کہ "در آن آوان مولانا محمد صوفی بہ بندر سورت رسید"

مزاج و مشرب | صوفی کے مزاج اور مشرب سے متعلق مختلف تذکرہ نویسوں کی رائیں ملاحظہ کیجئے :۔

(۱) "جامع خصائل نیکو و حاوی خصائل دلجو"۔ ریاض العارفین[۵۶]

(۲) "مرد صافی مشرب عالی ہمتی بودہ، بلندی استغنای او اوج دماغ متکبران زمان بچندین پایہ گذشتہ .... ملا محمد چون مردی خالی از حدت مزاجی نبود نتوانست در ایران بسر برد و در گجرات می بودہ[۵۷]"۔ لطائف الخیال۔

(۳) "مولانا محمد ..... از مشاہیر روزگار است، صوفی مشرب، تند خو و درشت گو بودہ و با مردم کم اختلاطی می کردہ[۵۸]"

(۴) "ملا محمد صوفی چون مرد آزاد روشی بودہ بسیار وارستہ و قانع و پرہیزگار و صوفی مشرب زندگی می نمودہ است لذا برخی از معاصرانش وی کافری دانستہ اند"[۵۹]

ان حقائق کے پیش نظر ڈاکٹر امیر حسن عابدی نے یہ رائے قائم کی ہے کہ :

"غالباً اسی تند طبعی اور درشت گوئی کی وجہ سے ہندوستان میں بہت سے لوگ ان کے دشمن ہو گئے تھے۔ ان میں سے بعض کی صوفی نے ہجو بھی کی ہے۔ صوفی پر آزاد خیال دہریہ اور لا مذہب ہونے کا الزام بھی لگایا گیا تھا[۶۰]"

صوفی نے اپنے دیوان میں ان الزامات کی تردید کی کوشش کی، چنانچہ لکھتے ہیں ؎

من ترک رہ گناہ و طاعت کردم — منزل بسر کوی قناعت کردم[۶۱]

در خاک وجود خویش و ز دانۂ دل — با چشمۂ دیدگان زراعت کردم

گر نادانی کینہ بورزد با من — نہ شادی از آن فزودہ گردد نہ حزن

خورشید بلند را چہ نقصان چہ کمال — گر شب پرہ دوستش بود یا دشمن

ای آنکہ ہمہ بد (محمد) گوئی — عیبی کہ مراست ہر یکی صد گوئی

من آئینہ ام تو زشت رو مردکۂ — در من خود را بہ بینی و بد گوئی

تذکرہ نگار رضا قلی خاں ہدایت[۶۲] نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ صوفی نے ہندوستان کی مذمت کی ہے چنانچہ بقول ہدایت: "بعضی اشعار در مذمت ہند دارد" (روضۂ اول)

صوفی کے "آفتابی مزاج" "انجم سوز رویہ" اور "آتش باز طبیعت" کا علانیہ اعتراف مندرجہ ذیل اشعار میں ملتا ہے ؎

آفتابیست رایم انجم سوز — آسمانیست طبعم و آتش باز[۶۳]

دیوان صوفی میں "نصیرا" نامی[۶۴] شخص کی ہجو کے علاوہ ایسی رباعیاں ملتی ہیں جو شخصی اور ہندوستان کی برائیوں سے مملو ہیں :۔ مثال کے طور پر :۔

(۱) نصیرا کی ہجو :۔ نصیرا بس از محنت و بد گوار است — چو باد مہرگان ناسازگار است

خوش آواز است و بد ذات و گزندہ — چو مار مہر دارد، زہر دار است
(اشعار دیوان ص۱)

(۲) در ہند بسی کہ رای رایان دیدم[65] — در صورت بندگان خدایان دیدم

در کسوت مرد دیدہ ام زن بسیار — با طبل و علم بسی گدایان دیدم

(۳) صوفی زاہد بسی تنگ حوصلہ است — از صحبت ما دو صد مرحلہ است

معنی بلند گوش او نشنیدہ ست — با آنکہ دراز گوش این قافلہ است

(از خیابانِ عرفان، سید محمد حسن بلگرامی ص۲۹۲ حیدرآباد ۱۹۲۴ء)

اصحاب کمال سے تعلق مختلف حوالوں کی چھان بین کے بعد پتہ چلتا ہے کہ صوفی کے مندرجہ ذیل سربرآوردہ لوگوں سے گہرے مراسم تھے۔

(۱) عسکری کاشانی[66] (۲) اوجی کشمیری[67] (۳) تذکرۂ صبح صادق کے مولف کے والد[68] (۴) نظیری نیشاپوری[69] (۵) تقی الدین اوحدی مولف تذکرۂ عرفات[70] (۶) عبد النبی مولف تذکرۂ میخانہ[71] (۷) سیف خاں صوبہ دار گجرات[72] (۸) میر سید جلال صدر رضائی[73] (۹) میرزا غازی خان ترخان وقاری حاکم قندھار[74] (۱۰) شیخ المحققین ابو القاسم[75] (۱۱) شیخ ابو حیان طبیب شیرازی ملی[76] (۱۲) حسن علی یزدی[77]۔

مرتب دیوانِ صوفی سید محمد طاہری شہاب[78] نے غنی[79] اور آذر[80] ہدایت[81] کے بیانات کو مشکوک قرار دیا ہے۔

محرومی و ناقدری صوفی کے دیوان کے عمیق مطالعہ کے بعد جو داخلی شہادتیں ہمارے سامنے آتی ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ صوفی کو ان کی عارفانہ طبیعت اور فقیرانہ مزاج نے دربار و سرکار سے دور رکھا۔ اپنے قدردان میرزا غازی ترخان[82] کی دعوت پر وہ

قندھار جانے سے معذور رہے اور جب زندگی کے آخری لمحات میں شہنشاہ جہانگیر (۱۶۰۵ء/۱۶۲۷ء) نے انہیں طلب کیا تو زندگی نے ان کے ساتھ وفا نہ کی۔[83] صوفی ان تلخ حقائق کے از خود قائل تھے۔ بقولِ صوفی ؎

۱۔ نہ مرا حاجتی بدادۂ شاہ — نہ مرا رغبتی بزادۂ امیر[84]

۲۔ چو من با فقر و فاقہ خو گرفتم — مرا با مردم دنیا چہ کار است

۳۔ ندید مہر بکارت بجای خود آن روز — طلاق دادہ محمد عروس دنیا را

۴۔ ہوسِ نعمتِ جہان نکنم — زحمت خلق بوالعجب نکشم

یوں محسوس ہوتا ہے کہ زمانے نے صوفی کے ساتھ ہمیشہ کج روی اختیار کی۔ وہ تمام عمر پریشانیوں کا شکار رہے۔ چنانچہ اپنی حالت زار کی تصویر یوں پیش کرتے ہیں ؎

۱۔ مرا در سختی و محنت و رنج — جوانی رفت و پیری گذشت[85]

۲۔ من بدین مفلسی نیم راستی — زندگانی ہمی کنم ناچار

۳۔ تو یونسؑ در زمانہ ماہی — تو یوسفؑ در روزگار زندان[86]

۴۔ چو نان خوارہ و زادم درین روزگار — کہ گوئی مرا نیست پروردگار

(باقی)

حوالہ جات

۱ فیضی، قاسم کاہی، غزالی مشہدی، عرفی شیرازی، حیاتی گیلانی، شکیبی اصفہانی، نظیری نیشاپوری، صالحی، مظہری مشہدی، صبوحی چغتائی، قراری گیلانی، عتابی نجفی، وقوعی نیشاپوری، غیرتی، سنجر کاشانی، کامی سبزواری، فسونی شیرازی، نوعی مشہدی، قاسمی مازندرانی، صوفی مازندرانی (۲۰ شعراء) (آئینِ اکبری، مترجمہ از بلاکمین ص۶۵۹: ۱۹۲۷ء)

۲؎ تذکرۂ صحف ابراہیم از ابراہیم خاں خلیل ص۲۳۵ : ۱۹۶۳ء ۳؎ تذکرۂ آتش کدہ آذر،
آذر ص۱۸۵ ۴؎ تذکرۂ عرفات العاشقین از تقی اوحدی' بحوالہ مقالہ عابدی' جامعہ دہلی ۱۹۶۳ء
۵؎ تذکرۂ حسینی، حسین سنبھلی ص۱۸۱ ۶؎ اقبال نامۂ جہانگیری، معتمد خاں بخشی ص۲۳۶ ۷؎ تذکرۂ
ریاض العارفین (روضہ اول) مولفہ رضا قلی خاں ہدایت ص۲۱۷ ۱۲۶۰ھ ۸؎ فرہنگ سخنوران
از خیام پور ص۳۴۳ / ص۳۴۴ / ص۲۱۱ بحوالہ میخانہ مرتبہ گلچین معانی (جلد اول) چاپ احمدی، بار
دوم، طہران ۹؎ مجموعہ مثنویات، صوفی نامہ از صوفی مازندرانی، کاتب : فاضل بیگ، صد و وقار
۱۲۵۶ھ جلد پنجم۔ مخطوطہ نمبر ۱۷۲۲ : سالار جنگ حیدر آباد ۱۰؎ اورینٹل بایوگرافیکل ڈکشنری
از بیل ۱۱؎ مفتاح التواریخ مترجمہ ہنری جارج کین (سی آئی، ای) ص۳۸ ۱۲؎ تذکرۂ
نصر آبادی طاہر نصر آبادی ص۱۰۸/ ۱۰۹۶ھ ۱۳؎ دیوان مولانا محمد صوفی، مازندرانی'
تصحیح و تحشیہ' سید محمد طاہری شہاب' ۱۳۴۷ شمسی' تہران ۱۴؎ ایضاً ص۳ ۱۵؎ عبد المقتدر'
مرتب فہرست کتابخانۂ بانکی پور' پٹنہ، ہندوستان ۱۶؎ تذکرۂ عرفات العاشقین از تقی اوحدی
(صوفی استرآبادی) تذکرۂ ید بیضا، آزاد بلگرامی (صوفی ساوجی / صوفی نصر آبادی) تذکرۂ
مجمع النفائس از آرزو (صوفی شیرازی) ۱۷؎ دیوان صوفی۔ مرتبہ طاہری شہاب۔ تہران۔
۱۸؎ ایضاً ۱۹؎ ایضاً ۲۰؎ تذکرۂ نشتر عشق و مخزن الغرائب کے مطابق ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۵ء تک
صوفی زندہ تھے۔ بحوالہ فہرست نگار المقتدر، بانکی پور پٹنہ ص۶۱ نمبر ۳۰ ۲۱؎ بلینڈ (Bland)
جنرل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن IX ص۱۳۶ ۲۲؎ دیوان صوفی مرتبہ طاہری شہاب
تہران۔ ۲۳؎ ایضاً ۲۴؎ ایضاً ۲۵؎ مراسلہ صوفی بنام غازی خاں ۲۶؎ ایضاً ۲۷؎ دیوان صوفی
مرتبہ طاہری شہاب ۲۸؎ ایضاً ۲۹؎ ایضاً ۳۰؎ محمد ستی خاں کی تحریک (قرآن حکیم کی روح حمد نون
اور نقطوں میں ہے۔ اس میں سب سے اہم بسم اللہ کے "ب" کا نقطہ ہے) مراتب الوجود مولفہ

محمد نور الدین حروفی شیرازی نے "فرقہ حروفی" پر مفصل لکھا ہے۔ یہ کتاب حبیب گنج کلکشن، مولانا
آزاد لائبریری علی گڑھ میں موجود ہے۔ بحوالہ ڈاکٹر نبی ہادی وظیفہ یاب، صدر شعبۂ فارسی۔ علی گڑھ
یونیورسٹی، علی گڑھ، راقم نے اس کتاب کی زیراکس حاصل کرنے کی بیشتر کوشش کی لیکن کامیاب نہ
ہوا ۳۱؎ تذکرہ نویسی فارسی' ہند و پاک از دکتر سید علی رضا نقوی ص۱۳۵/ ۱۳۶ ۳۲؎
دیوان صوفی مرتبہ طاہری شہاب ص۲۱ ۳۳؎ شیخ المحققین ابو القاسم نے مندرجۂ ذیل اشعار
صوفی کی تعریف میں کہے تھے۔

دمید صبح و شب من ز من کنارہ نکرد	جہان شگفت و گلستان من بہار نکرد
شہادہ مرج برآمد دوبارہ گرد جہان	بجز (محمد صوفی) کسی اختیار نکرد

(بحوالہ دیوان صوفی مرتبہ طاہری شہاب ص۹۲) ۳۴؎ دیوان صوفی مرتبہ طاہری شہاب ص۲۱
۳۵؎ تذکرۂ ریاض العارفین از ہدایت "صوفی۔ مدتی در کشمیر بودہ" ص۲۱۷ ۳۶؎ تذکرہ ٔ
روز روشن از صبا "شہر گجرات را خوش کردہ و در آنجا اقامت گزید" ص۴۱۵ [تذکرۂ
صبح گلشن از منشی عبد العزیز" در ہندوستان رسیدہ" گلزمین کشمیر خوش کردہ توطن اختیار
نمود بھوپال ص۲۷۸ ۳۷؎ تذکرۂ صبح صادق : بحوالہ میخانہ (گلچین معانی)" در گجرات مقیم گشت
و سالہا درین دیار ماند" ص۲۷۶ ۳۷؎ بحوالہ میخانہ از احمد گلچین معانی ص۲۸ ۳۷؎ تاریخ نظم و نثر
فارسی، نفیسی ص۵۳۶ ۳۸؎ مآثر الامراء از شاہنواز خاں " ملا محمد صوفی مازندرانی در جوانی
از ایران آمدہ اکثر ممالک ہندوستان را بقدم سیر و سیاحت پیمودہ" ۳۹؎ تذکرۂ عرفات
العاشقین از تقی اوحدی۔ دیکھیے محمد صوفی "ص۱۰۷ ۴۰؎ دیوان صوفی (کشکول) نیشنل میوزیم
دہلی، نمبر ۵۶/۱۴۳/۷ زیراکس مملوکہ راقم ۴۱؎ تذکرۂ بتخانہ از صوفی مازندرانی (دیکھیے
تصانیف صوفی) ۴۲؎ تذکرۂ عرفات العاشقین از تقی اوحدی ۴۳؎ تذکرۂ میخانہ از عبد النبی ص۲۷۶

بحوالہ میخانہ ص ۴۳؎ معاصران صوفی ۴۴؎ مآثر الامراء از شاہنواز خاں ص ۴۴۷ تا ص ۴۵۰
۴۵؎ ایضاً ۴۶؎ دیوان صوفی مرتبہ طاہری شہاب ص ۵۰ ۴۷؎ مآثر الامراء از شاہنواز خاں
ص ۴۴۵ ۴۸؎ ایضاً ص ۴۵۰ ۴۹؎ تذکرۂ میخانہ (حاشیہ) ص ۴۷۷ اور میخانہ ص ۲۹۰ ۵۰؎
اس کے لیے ملاحظہ ہو بیاض شمارہ ۲۳۷ مجلس شورای ملی تہران (دیکھئے تذکرۂ ہند و پاک:
تقی ص ۱۳۶ ۵۱؎ مولف تذکرۂ میخانہ مرتبہ احمد گلچین معانی ص ۴۲۶ ۵۲؎ ایضاً ص ۴۲۸ ۵۳؎
کلیات نظیری، ایرانی ایڈیشن، ص ۲۶۹ ۵۴؎ مولف عرفات، ص ۱۰ ۵۵؎ بحوالہ میخانہ
ص ۲۹۴ ۵۶؎ ہدایت: ص ۲۱۷ ۵۷؎ محمد عارف شیرازی، لطائف الخیال ۵۸؎
صبح صادق: بحوالہ میخانہ ص ۲۹۴ ۵۹؎ تاریخ نظم و نثر در ایران از استاد سعید نفیسی
ص ۵۳۶ ۶۰؎ جامعہ، دہلی، مقالہ از ڈاکٹر امیر حسن عابدی ص ۳۳۴ ۱۹۶۳ء ۶۱؎ دیوان صوفی
مرتبہ طاہری شہاب، تہران ۶۲؎ ریاض العارفین (روضۂ اول) ص ۲۱۸ ۶۳؎ دیوان صوفی
مرتبہ طاہری شہاب ۶۴؎ نصیرای اصفہانی بحوالہ دیوان صوفی مرتبہ طاہری شہاب ص ۹۷
۶۵؎ ایضاً ۶۶؎ بحوالہ میخانہ، حاشیہ نمبر ۱۲ ص ۱۹۰ ۶۷؎ ایضاً ص ۳۳۰ ۶۸؎ ایضاً
ص ۲۹۴ ۶۹؎ عرفات: ص ۱۰ ۷۰؎ میخانہ ص ۴۸۰ ۷۱؎ مآثر الامراء ص ۴۲۵ ۷۲؎ عبد النبی
مولف تذکرۂ میخانہ ۷۳؎ مآثر الامراء ص ۴۸۰ ۷۴؎ ایضاً ص ۴۵۰ - ۴۵۱ ۷۵؎ بیاض
شمارہ ۲۳۷، محمد صالح بحوالہ میخانہ ص ۴۷۸ ۷۶؎ دیوان صوفی، ص ۱۰ ۷۷؎ تذکرۃ الشعراء
از عبد الغنی ص ۱۲۳ ۷۸؎ ایضاً ص ۱۲۲ ۷۹؎ دیوان صوفی مرتبہ طاہری شہاب ص ۵
۸۰؎ تذکرۃ الشعراء ۸۱؎ تذکرۂ آتشکدہ ۸۲؎ تذکرہ ریاض العارفین ۸۳؎ مرزا غازی ترخاں، وقاری
متوفی ۱۰۲۱ھ ۸۴؎ "مجرد از دنیا شد بگو محمد صوفی" ۱۰۳۵ھ، مادہ تاریخ وفات صوفی ۸۵؎ دیوان صوفی مرتبہ
طاہری شہاب: تہران ۸۶؎ ایضاً ۸۷؎ ساقی نامہ، دیوان صوفی ایضاً۔

امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ

احوال و آثار

از

جناب شیخ نذیر حسین صاحب، لاہور

"راقم السطور نے معاصر ترک فاضل فؤاد سیزگین کی شہرۂ آفاق کتاب "تاریخ التراث العربی" کا مفصل تعارف معارف (جون ۱۹۹۰ء) میں کرایا تھا۔ موصوف کو علم حدیث سے بڑی دلچسپی ہے، بالخصوص علم حدیث میں اسناد کی اہمیت ان کا محبوب موضوع ہے، انھوں نے کتاب مذکور کی دوسری جلد "کتاب علوم القرآن والحدیث" میں سنن ترمذی، اس کی شروح، حواشی اور مختصرات کا شرح و بسط سے ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ امام ترمذیؒ کی دوسری کتابوں کا بھی بیان ہے، موضوع کی اہمیت کے پیش نظر سنن ترمذی سے متعلق باب کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ راقم کو جہاں اضافوں کی ضرورت محسوس ہوئی ہے ان کو قوسین [ ] میں لکھ دیا ہے"۔ (نذیر حسین)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ السلمی الترمذی ۲۱۰ھ/۸۲۵ء میں بوغ کے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ بوغ ترمذ کے نواح میں دریائے جیحون کے کنارے واقع ہے۔ منجملہ دیگر اساتذہ کے امام بخاریؒ بھی امام ترمذیؒ کے استاد تھے۔ جن کی وفات کے بعد امام ترمذیؒ کا خراسان میں شہرہ بلند ہوا۔ افسوس ہے کہ ہم امام ترمذیؒ کی زندگی کے

بیشتر واقعات سے بے خبر ہیں۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ آخری عمر میں نور بصارت سے محروم ہو گئے تھے۔ انھوں نے ترمذ میں ۲۷۹ھ/۸۹۲ء میں وفات پائی۔ ان کی اہم ترین تالیف جامع الترمذی ہے جس میں وہ سلسلۂ سند کی کیفیت کے علاوہ مختلف فقہاء کے مذاہب اور ان کے اختلافات پر نقد و تبصرہ کرتے ہیں۔ اس وجہ سے جامع الترمذی کو صحاح ستہ میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ امام صاحب کے حالات کے مآخذ و مصادر حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ابن الندیم، الفہرست، ص ۲۳۳؛ (۲) السمعانی، کتاب الانساب، ص ۱۰۶؛
(۳) ابن خلکان، وفیات (طبع بولاق)، ۱: ۶۱۲ تا ۶۱۳؛ (۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۶۳۳ تا ۶۳۵؛
(۵) الذہبی، میزان الاعتدال، ۳: ۱۱۷؛ (۶) الصفدی، الوافی بالوفیات، ۴: ۲۹۴ تا ۲۹۶؛
(۷) ابن حجر، التہذیب، ۹: ۳۸۷ تا ۳۸۹؛ (۸) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۱۱: ۶۶ تا ۶۷
(۹) ابن العماد، شذرات الذہب، ۲: ۱۷۴ تا ۱۷۵؛ (۱۰) الزرکلی، الاعلام، ۷: ۲۱۳؛
(۱۱) الکحالہ (معجم المولفین) ۱۱: ۱۰۴ تا ۱۰۵
(۱۲) (مولوی) محمد یوسف بنوری (الترمذی صاحب الجامع فی السنن) در مجلہ المجمع العلمی العربی السوری (دمشق) ۱۹۵۷ء، ج ۳۲، ص ۳۰۸ تا ۳۲۶۔

اُردو کتب

[۱۳] شاہ عبدالعزیز دہلوی (بُستان المحدثین، اردو ترجمہ، ۲۸۹ تا ۲۹۵) مطبوعہ کراچی۔
[۱۴] مولوی ضیاء الدین اصلاحی (تذکرۃ المحدثین) ج ۱، ص ۳۱۴ تا ۳۴۴، مطبوعہ اعظم گڈھ

ان کے علاوہ وستن فیلٹ، گولڈ تسیہر اور روبسن نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی و جرمن ایڈیشن) اور دوسرے علمی رسائل میں امام ترمذی اور جامع ترمذی پر مقالات لکھے ہیں۔

تالیفات و تصانیف

۱۔ الجامع الصحیح، الجامع الترمذی کے مطالعات و دراسات۔

ابوالقاسم عبید بن محمد بن عباس ...... المتوفی ۶۹۲ھ/۱۲۹۳ء
(فضائل الکتاب الجامع)، قلمی نسخہ انقرہ میں ہے۔

الجامع الترمذی کے قلمی نسخے مشرق و مغرب کے تمام کتاب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بارہا قاہرہ، دہلی اور لکھنؤ اور کراچی میں چھپ چکی ہے۔ اس کی بہترین طباعت قاضی احمد محمد شاکر کی علمی کاوش کی مرہون منت ہے۔ (قاہرہ، ۱۹۳۰ء)

جامع الترمذی کی شروح

(۱) ابوبکر محمد بن العربی المعافری، المتوفی ۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء (عارضۃ الاحوذی) کان پور اور قاہرہ میں چھپ چکی ہے۔

(۲) حسین بن مسعود البغوی، المتوفی ۵۱۰ھ/۱۱۱۷ء (شرح الترمذی) آخری جلد کتاب خانہ محمودیہ مدینہ منورہ میں ہے۔

(۳) ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس، المتوفی ۷۳۴ھ/۱۳۳۴ء (شرح الترمذی) استانبول میں ایک جلد ہے۔

(۴) زین الدین عبدالرحیم بن الحسینی العراقی، المتوفی ۸۰۶ھ/۱۴۰۴ء (شرح الترمذی) انھوں نے دو شرحیں لکھی تھیں

(ا) ابن سید الناس کی شرح کا تکملہ، اس کے نسخے اسکوریال اور مدینہ منورہ میں ہیں۔

(ب) یہ شرح انھوں نے متعدد عنوانوں کے تحت لکھی تھی، اس کی صرف ساتویں جلد کا نسخہ استانبول میں ہے۔

(۵) جلال الدین السیوطی (قوت المغتذی) استانبول میں چند اجزا ہیں۔ اسکا ایک حصہ شروح اربعہ کے ساتھ چھپ چکا ہے، مطبوعہ کان پور ۱۲۹۹ھ۔

(الف) علی بن سلیمان الدمنتی البجمعوی، المتوفی ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء

(نفع قوت المغتذی) یہ قوت المغتذی کا انتخاب ہے، مطبوعہ قاہرہ ۱۲۹۸ھ
اور دہلی کی اشاعت کے حاشیہ پر بھی چھپ چکا ہے۔

(۶) سراج احمد سرہندی (شرح الترمذی) فارسی، مطبوعہ کان پور ۱۲۹۹ھ۔

(۷) محمد بن الطیب السندی المدنی، المتوفی ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء (شرح) مکتبہ
شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں چند اجزا ہیں؛ یہ بھی شروح اربعہ میں شامل ہے۔

(۸) اشفاق الرحمن کاندھلوی (الطیب الشذی علی جامع الترمذی) مطبوعہ
دہلی ۱۹۴۳ء۔

(۹) عبدالرحمن احمد بن رجب الحنبلی، المتوفی ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء (شرح علی کتاب
الجامع الترمذی) استانبول اور قاہرہ میں چند اجزا ہیں۔

(۱۰) عبدالقادر بن اسماعیل الحسنی القادری (شرح الجامع الترمذی) دارالکتب
قاہرہ میں تین جلدیں ہیں۔

(۱۱) (مولانا) محمد انور شاہ، المتوفی ۱۹۳۳ء (العرف الشذی علی جامع الترمذی)
طبع دہلی ۱۳۴۳ھ۔

(۱۲) مولانا رشید احمد گنگوہی: (الکوکب الدری) یہ مولانا گنگوہی کی درسی تقریر
ہے جسے پہلے مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور بعد ازاں مولانا محمد زکریا سہارنپوری المتوفی
۱۹۸۲ء نے اپنے افادات کے ساتھ دہلی سے شایع کیا۔

[(۱۳)] مولانا عبدالرحمن مبارک پوری (تحفۃ الاحوذی) یہ جامع الترمذی کی
جلیل القدر شرح ہے جو لطیف نکات اور مفید تحقیقات پر مشتمل ہے اور ایک ہندوستانی
محدث کا عظیم القدر کارنامہ ہے، یہ پہلے دہلی اور بعد ازاں بیروت سے چھپ کر

شایع ہو چکی ہے اور عرب ممالک میں بے حد مقبول ہوئی ہے۔ حال ہی میں اس کا خوبصورت
ایڈیشن ۹ جلدوں میں قاہرہ سے شایع ہوا ہے، اس کا مقدمہ بہت مفید معلومات
پر مشتمل ہے۔

[(۱۴)] محمد یوسف بنوری عربی، شرح ترمذی کی صرف تین جلدیں شایع ہو چکی ہیں۔

[(۱۵)] محمد تقی عثمانی (درس ترمذی اردو) دو جلدیں، مطبوعہ کراچی۔

[(۱۶)] مولوی محمد چراغ (گوجرانوالہ) المتوفی ۱۹۹۰ء، انھوں نے بعض مشکل
احادیث کی شرح لکھی ہے]۔

جامع الترمذی کے مختصرات

(۱) نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی بن عبدالکریم بن سعید
البغدادی، المتوفی ۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء (مختصر من جامع الصحیح) دارالکتب قاہرہ میں ایک جلد ہے۔

(۲) محمد بن عقیل البالسی، المتوفی ۷۲۹ھ/۱۳۲۹ء (مختصر من جامع الصحیح)
پیرس میں دو جلدیں ہیں۔

(۳) ابو الفضل محمد تاج الدین عبدالمحسن القلعی (مختصر من جامع الصحیح) تالیف ۱۱۴۷ھ/
۱۷۳۵ء، قاہرہ اور موصل میں بعض اجزا ہیں۔

ہندوستان کی مطبوعہ ترمذی میں مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کا حاشیہ
بہت نفع بخش ہے اور اہل علم میں مقبول ہے۔

۲۔ **کتاب الشمائل** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارک، حلیہ مبارک،
آپؐ کے عادات و خصائل، رفتار و گفتار، نشست و برخاست، ساز و سامان اور
روزانہ معمولات کے متعلق احادیث امام ترمذی نے کتاب الشمائل میں جمع کر دی ہیں؛ یہ
کلکتہ، دہلی اور قاہرہ میں بارہا چھپ چکی ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ ڈاکٹر ہدایت حسین

(کلکتہ) نے اسلامک کلچر حیدرآباد دکن میں کئی اقساط میں شایع کرایا تھا۔

[اردو ترجمہ خصائل نبوی کے نام سے مولانا محمد زکریا سہارن پوری (المتوفی ۱۹۸۲ء) نے کیا تھا، جو دہلی اور کراچی سے کئی بار شایع ہو چکا ہے]

[مولانا نور الحق بن شاہ عبد الحق دہلوی نے شمائل کی شرح فارسی میں لکھی تھی جسکا قلمی نسخہ رام پور میں ہے]

شمائل کی بہت سی شرحیں اور حاشیے لکھے گئے ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ، المتوفی ۹۴۳ھ/۱۵۳۶ء اس کے نسخے استانبول اور دمشق میں ہیں، اس کا فارسی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

(۲) احمد بن حجر الہیثمی، المتوفی ۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء (اشرف الوسائل) استانبول قاہرہ اور انگلستان کے بہت سے کتاب خانوں میں قلمی نسخے ہیں۔ اس کا اختصار محمد بن احمد الخریشی نے کیا تھا اور اس پر حواشی احمد بن محمد المنہوری علی نور الدین الشبراملسی المتوفی ۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ء نے لکھے تھے، چند اجزا الجزائر میں ہیں۔

(۳) ملا محمد الشروانی البخاری، زمانۂ حیات دسویں صدی ہجری شرح کا قلمی نسخہ تونس میں ہے۔

(۴) راجی حاجی الحرمین، تلمیذ علی ہمدانی — ۹۷۸ھ (حاشیہ فارسی)

(۵) ملا علی القاری الہروی، المتوفی ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء (جمع الوسائل) استانبول میں یہ شرح چھپ چکی ہے۔

(۶) محمد بن قاسم ابی عبد اللہ الجسوس، المتوفی ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۴ء (الفوائد الجلیلہ البہیۃ) قاہرہ میں یہ شرح ۱۳۰۶ھ میں چھپی تھی۔

(۷) عبد الروف المناوی، المتوفی ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء (شرح الشمائل) مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۷ھ۔

(۸) ابراہیم بن ابراہیم اللقّانی، المتوفی ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء (بہجۃ المحافل و اجمل الوسائل) مختلف اجزاء الجزائر، برلن اور اسکندریہ میں ہیں۔

(۹ الف) سلیمان بن عمر الجمل، المتوفی ۱۲۰۴ھ/۱۷۷۸ء، المواہب المحمدیہ، چند جلدیں استانبول اور بانکی پور میں ہیں۔

(۹) ابراہیم بن محمد الباجوری، المتوفی ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء (المواہب اللدنیہ علی شمائل المحمدیہ) قاہرہ میں بارہا چھپ چکی ہے۔

(۱۰) ابو القاسم بن ابی البرکات بن احمد بن عبد الملک بن مخلص (انج الوسائل) رباط، طنجہ اور فاس میں نسخے ہیں۔

(۱۱) ابو عبد اللہ محمد بن احمد بنانی فرعون، المتوفی ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء، رباط میں بعض اجزا ہیں۔

(۱۲) مولوی شمس الدین محمد عاشق بن عمر الحنفی، مکتوبہ ۹۳۵ھ، بانکی پور میں ۱۲۵ اوراق ہیں۔

(۱۳) حاجی محمد کشمیری، المتوفی ۱۰۰۶ھ/۱۵۹۷ء (شرح فارسی) بانکی پور میں ناقص نسخہ ہے۔

(۱۴) ابو الخیر فضل اللہ بن روز بہان (نشر الفضائل فی شرح الشمائل) ایشیاٹک سوسائیٹی بنگال (کلکتہ) میں ۵۳ اوراق، مکتوبہ ۹۰۹ھ/۱۵۰۳ء ہیں،

(۱۵) مصلح الدین محمد اللاری المتوفی ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء (شرح الشمائل) بہت سے

نسخے استانبول میں ہیں۔

(۱۶) ابراہیم بن مصطفےٰ الواحدی، المتوفی ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء (شرح) استانبول میں چند اوراق ہیں۔

(۱۷) عبداللہ المحوی الجدودنی الازہری (شرح)، مولفہ ۱۱۳۳ھ/۱۷۳۰ء، کتبخانہ الظاہریہ (دمشق) میں ۸۹ اوراق ہیں۔

(۱۸) اسماعیل مفید آفندی الاستنبولی، المتوفی ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۲ء (شرح شمائل) ۱۴۲ اوراق استانبول میں ہیں۔

(۱۹) سید بابا القادری الحیدر آبادی بن محمد یوسف القادری (سراج النبوۃ) اردو شرح جو ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں لکھی گئی، کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد (دکن) میں قلمی نسخہ ہے۔

(۲۰) ابو عبداللہ محمد بدرالدین بن شاذلی بن احمد الحسنی، المتوفی ۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء، (وسیلۃ الفقر المحتاج فی شرح شمائل صحیح اللواء والتاج)، رباط (مراکش) میں ایک جزء ہے۔

(۲۱-۲۲) بعض نامعلوم شارحین نے بھی شمائل کی فارسی میں شرحیں لکھی ہیں۔

(۲۳) اسحاق خواجسی احمد آفندی، المتوفی ۱۱۲۰ھ/۱۷۰۸ء (اقوم الوسائل فی ترجمہ شرح الترمذی) ترکی ترجمہ جو استانبول میں ہے۔

۳۔ تسمیۃ اصحاب رسول اللہ، استانبول میں چند اوراق ہیں۔

۴۔ کتاب العلل یہ علل حدیث پر مختصر رسالہ ہے، استانبول میں ۷۷ اوراق ہیں۔ اس کی شرح عبدالرحمٰن بن احمد ابن رجب الحنبلی، المتوفی ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء استانبول اور قاہرہ میں اس کے نسخے ہیں۔ بروکلمان کے مطابق یہ کتاب جامع الترمذی کی شرح ہے۔

خطاطی کی اہمیت اور ہندوستان کے دس اہم مخطوطات

از پروفیسر ڈاکٹر محمد صابر خاں کلکتہ

بعض عرب اہل دل اور اہل خیر کی مالی امداد سے تین سال قبل لندن میں الفرقان اسلامی فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا تھا، اس کا ایک اہم اور بنیادی کام دنیا میں عربی، فارسی، ترکی اور اردو اسلامی مخطوطات کا تفصیلی جائزہ لینا ہے، اس فاؤنڈیشن کا افتتاحی جلسہ گذشتہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۱ء میں لندن میں منعقد ہوا تھا اور اس موقع پر ایک بین الاقوامی سیمنار کا بھی اہتمام کیا گیا تھا، یہ مقالہ اسی میں انگریزی میں پیش کیا گیا تھا، جس کا اردو ترجمہ قارئین معارف کی دلچسپی کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

قرآن مجید کی پہلی وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اقرأ باسم ربک "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا" (سورہ علق: آیت ۱-۴) ہے۔ یعنی لکھنے کا فن قرآن کی پہلی آیت کے ساتھ ہی مقدس قرار پایا، اسی لیے مخطوطات کی کتابت، نقل، تنزئین اور نقاشی اسلامی تہذیب کا ایک بہت ہی اہم کارنامہ تصور کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی کتابت پر مکمل توجہ دی گئی اور اس کی ہر جلد کی نقاشی اور تزئین پر تمام کوششیں صرف کی گئیں۔ اس طرح تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر مخطوطات کی تزئین اور نقاشی پر بھی توجہ کی جاتی رہی۔

مخطوطات کی نقل اور تزئین میں اس غیر معمولی دلچسپی کے تمام اسباب کا احاطہ

ممکن نہیں لیکن یہاں چند وجوہ کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مسلمان قرآن مجید کو ایک الہامی کتاب تصور کرتے اور نمازوں میں اس کی تلاوت کرتے ہیں اس لیے قرآن مجید سے ان کی دلچسپی والہانہ ہے۔ مسلمان بچوں کی تعلیم کا سلسلہ قرآن، حدیث اور دیگر اسلامی موضوعات کی خواندگی سے شروع ہوتا ہے عالم اسلام کی درسگاہوں میں خطاطی کی تعلیم دی جاتی تھی رفتہ رفتہ عربی خط جس میں فارسی زبان بھی لکھی جاتی ہے پیشہ ور اور ماہر خطاطوں کے ذریعہ جمالیاتی سطح پر ارتقا اور تکمیل کی جانب بڑھتا رہا۔

اسلامی فنون میں ایک اہم فن خطاطی بھی ہے۔ چونکہ اسلام میں مصوری اور بالخصوص انسانی جسم کی نقاشی کی ممانعت تھی اس لیے مسلمانوں نے تمام تر توجہ خطاطی پر مرکوز کی اور اسے زیادہ سے زیادہ خوبصورت بنانے کی کوشش کی مطبع کی ایجاد سے پہلے کی تحریروں میں عربی فارسی اور ترکی خط کے کچھ نمونے دنیا کی خوبصورت تحریروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

تمام عالم اسلام میں کتب خانوں کے قیام نے بھی خطاطوں کی مقبولیت میں اضافہ کیا اور مخطوطات کی ذخیرہ اندوزی کے رجحان کو فروغ ملا۔ شاہی کتب خانے قائم ہوئے اور حکمرانوں نے مخطوطات کا ذخیرہ جمع کیا۔ شاہی کتب خانوں کے علاوہ لوگوں نے اپنے ذاتی ذخائر کو عوامی کتب خانوں میں وقف کر دیا۔ ان ذاتی کتب خانوں کی وجہ سے مخطوطات کی طلب اسلامی موضوعات پر بہت بڑھ گئی۔ راقم الحروف کو اب تک یہ معلوم نہیں ہے کہ عالم اسلام کے علاوہ بھی کسی قوم نے مخطوطات کی تزئین اور نقاشی میں اتنی دلچسپی اور محنت سے کام لیا ہو۔

تمام اہم شہروں میں جہاں مسلمانوں کی قابل لحاظ آبادی ہے مخطوطات کے ذخیرے اور کتب خانے موجود ہیں۔ انتہائی نفاست اور خوبصورتی کے ساتھ کتابت

کرنے والے پیشہ ور اور ماہر خطاطوں کی موجودگی نے بھی مسلمانوں کی دلچسپی مخطوطات میں کافی بڑھا دی ہے۔ حکمرانوں، امراء بلکہ عوام نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اس طرح کتابوں کے بازار سوق الورّاقین وجود میں آئے جہاں دلکش اور خوبصورت مخطوطے کی زیادہ سے زیادہ قیمت دی جاتی تھی۔ عالم اسلام کے دارالسلطنت میں کتابوں کے بازار کے متعلق معلومات عصری تاریخ اور سوانح کی کتابوں میں موجود ہیں۔ مخطوطات کی کتابت ایک اہم ذریعہ معاش تھا اور مخطوطات کی خرید و فروخت نفع بخش کاروبار۔

خطاطی کی تربیت

خطاط اسلامی سماج کا ایک ذی عزت اور باوقار فرد سمجھا جاتا تھا۔ جسے قرآن مجید کی صحیح اور خوبصورت کتابت کے لیے خدا سے خاص انعام پانے کی آرزو تھی۔ عام طور پر کاغذ ساز اور کتب فروش پیشہ ور کاتب ہوا کرتا تھا۔ کاتبوں کو کچھ اصولوں کی پابندی کرنا پڑتی تھی کیونکہ وہ کتابیں جن پر وہ کام کرتے تھے مقدس ہوا کرتی تھیں اور کتابوں کی نقل کرنے کو عبادت کا درجہ حاصل تھا۔ کاتبوں کو اسی لیے مقررہ اصول اور ادب کی پابندی کرنا پڑتی تھی۔ مذہبی ادب کا تقاضہ تھا کہ کاتبوں کی نیت صالح ہو کتابت کے وقت وہ طہارت میں ہو، قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور پاک و صاف کپڑے پہنے اور اپنا کام بسم اللہ، حمد الٰہی خدا کی توصیف اور تصلیہ (آنحضرتؐ اور ان کے خاندان کی توصیف) سے شروع کریں۔ اگرچہ یہ چیزیں اصل مخطوطے میں نہ بھی موجود ہوں تب بھی اس کا اہتمام کریں۔ کاتبوں کو ایک اور بنیادی کام یہ کرنا پڑتا تھا کہ وہ مخطوطے کو ترتیب دیا کرتے تھے۔

ان بنیادی معروضات کے بعد ہم ہندوستان میں اسلامی مخطوطات خاص کر عربی و فارسی مخطوطات کے موضوع پر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں اردو مخطوطات

بھی خاصی تعداد میں ہیں لیکن ترکی مخطوطات نایاب ہیں۔ اسلامی ممالک کی طرح ہندوستان
کے مسلمان بھی مخطوطات میں خاصی دلچسپی رکھتے ہیں، ماضی میں شاہی کتب خانے، عوامی
کتب خانے اور ذاتی کتب خانے موجود تھے، مسلم حکمراں بالخصوص مغل تاجدار مخطوطے
کی کتابت اور نقاشی میں کافی دلچسپی لیتے تھے اور انہیں خرید کر اپنے کتب خانوں میں محفوظ
رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں صرف قدرداں نہ تھے بلکہ مخطوطات
جمع کرنے میں کافی دلچسپی لیتے تھے، ان لوگوں کے مخطوطے کی کتابت اور نقاشی کے لیے اپنا
عملہ تھا جس میں وقت کے مانے ہوئے خطاط اور نقاش ملازم تھے۔ ان کو کارخانہ
کہا جاتا تھا۔ ایسے بہت سے مخطوطوں پر ان بادشاہوں کے دستخط اور حاشیے موجود
ہیں جن کی قرأت ان بادشاہوں نے کی۔ شاہی کتب خانوں میں ان مخطوطات کے
داخلے کی تاریخ یا خواندگی کی تاریخ بھی تحریر کردہ ملتی ہے۔ اکبری عہد میں ایسے دو
مخطوطات جن کی تزئین اور نقاشی بے مثال ہے حمزہ نامہ اور رزم نامہ ہے جو مہابھارت
اور رامائن کا فارسی ترجمہ ہے۔

جنوب کی آزاد ریاستوں کے فرمانروا جیسے کہ بیجاپور اور گولکنڈہ کے کتب خانے
بھی معروف ہیں۔ عوامی کتب خانے بھی قائم تھے اور خصوصی ذاتی لائبریریاں بھی
عام تھیں۔ شاہی کتب خانوں کے کچھ مخطوطات ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، نیشنل لائبریری
کلکتہ، خدابخش لائبریری پٹنہ، مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا
آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک راجستھان لائبریری، رضا لائبریری رامپور، انسٹی
ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز لائبریری نئی دہلی، سالار جنگ میوزیم لائبریری
حیدرآباد، اورینٹل مینسکرپٹ لائبریری، مدراس اور دوسری جگہوں[1]

[1] حاشیہ صفحہ ۲۰۳ پر ملاحظہ ہو۔

پر محفوظ ہیں لیکن مضمون کی طوالت کے سبب خاکسار یہاں صرف دس اہم مخطوطات
کے ذکر پر اکتفا کرتا ہے جو ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

۱۔ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ کے کتب خانے میں قرآن مجید کا ایک ایسا نسخہ
ہے جو خط غبار میں ہے اور خفی حرفوں میں لکھا گیا ہے۔

۲-۳۔ خدابخش لائبریری میں قرآن مجید کا ایک ایسا نسخہ موجود ہے جس کے
متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت علیؓ کا کتابت کردہ ہے۔ یہاں ابن مقلہ کا کتابت
شدہ قرآن مجید کا ایک نسخہ بھی موجود ہے جو نسخ میں ہے۔

۴۔ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتب خانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
پیدائش سے ہجرت کے دن تک مکہ کی تاریخ کا احاطہ کرتے ہوئے ایک واحد نسخہ ہے۔

۵۔ نیشنل لائبریری کلکتہ میں تاریخ ہرات کا ایک بے بہا نسخہ موجود ہے۔
اس میں ۱۲۲۱ سے ۱۳۲۱ تک کی ہرات کی تاریخ ملتی ہے۔ یہ مخطوطہ شایع ہو چکا ہے۔

۶۔ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں بادشاہ نامہ کا ایک نسخہ محفوظ ہے۔ اس میں
شاہجہاں کے عہد کی تاریخ درج ہے یہ نسخہ خطاطی کا عمدہ نمونہ ہے اس پر شاہجہاں
کا دستخط موجود ہے۔

۷۔ ایشیاٹک سوسائٹی میں شہزادی زیب النساء مخفی کا دیوان موجود ہے۔
شہزادی مخفی اورنگ زیب کی بیٹی تھی۔ یہ مخطوطہ بھی خطاطی اور نقاشی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

[1] معارف: انہی جگہوں میں دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کا کتب خانہ بھی ہے، جس میں
مخطوطات کا ذخیرہ بہت زیادہ تو نہیں ہے تاہم بعض بہت قیمتی نوادر ہیں۔ مقالہ نگار کا انتخاب کلکتہ
اور پٹنہ ہی کے مخطوطات تک محدود ہے۔

۸۔ ایشیاٹک سوسایٹی میں ابو علی ہارون کی کتاب التعلیقات والنوادر کا نادر مخطوطہ موجود ہے۔ دنیا کے کسی بھی کتب خانے میں اس کی کوئی کاپی موجود نہیں ہے۔

۹۔ علم نجوم پر ایک اہم مخطوطہ ہے جس میں بہت سارے گوشوارے ہیں۔ اس کے مصنف کا نام اثیر الدین المفضل ابن عمر الابہری ہے۔ مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظل شاہی کی تلخیص ہے۔

۱۰۔ خدابخش لائبریری میں تاریخ خوارزم شاہی کا ایک نسخہ ہے یہ کتاب طلب پر ہے اور مصنف کی موت کے ۔۔ برسوں بعد ۱۱۴۵ھ میں نقل کی گئی۔

عام اندازے کے مطابق دنیا میں ۳۰ لاکھ مخطوطات ہیں جن میں اب تک ۷ لاکھ کی فہرست تیار کی جاسکی ہے اور انتہائی قلیل تعداد میں مرتب کیا جا سکا ہے۔ یہ مخطوطات عربی، فارسی، ترکی اور اردو میں ہیں۔ علاقائی زبانوں میں موجود اسلامی مخطوطات پر ہنوز توجہ نہیں دی جاسکی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان میں اسلامی مخطوطات کے جائزے پر ابتک پوری توجہ نہیں دی جاسکی ہے اس کا صحیح اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ مذکورہ بالا چار زبانوں میں کل کتنے مخطوطات ہیں۔

میرے اس نامکمل جائزے سے اسلامی مخطوطات سے متعلق ایک اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف کتب خانوں کا جائزہ لینے اور وسیع تحقیق کی ضرورت ہے جو سردست ممکن نہیں ہو سکا۔ ذاتی ذخائر پر بھی کئی دشواریوں کی بنا پر توجہ نہیں دی جاسکی۔ ایسے کچھ خاندان جو زیادہ تر اتر پردیش اور جنوبی ہند کے ہیں اپنے ذخیروں کو دکھانا پسند نہیں کرتے۔ ایسے ذخائر کی فہرست بھی تیار نہیں۔

ان ذخائر میں کیسے کیسے نایاب موتی پوشیدہ ہیں کسی کو خبر نہیں۔ مثال کے طور پر تاملناڈو کے آرکاٹ کے نواب کا ذخیرہ جس میں کئی نادر مخطوطے ہیں۔

ایسے کچھ ذاتی ذخیرے بڑے کتبخانوں مثلاً مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔ مولانا آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک، خدابخش لائبریری پٹنہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز لائبریری نئی دہلی، رضا لائبریری رامپور وغیرہ کو دیدیے گئے ہیں ان میں کچھ ذخائر کی فہرست شایع ہوگئی ہیں اور کچھ باقی ہیں الفرقان فاونڈیشن لندن کے مقاصد میں ایک مقصد ہندوستان میں ذاتی ذخائر میں اسلامی مخطوطات کا جائزہ بھی ہونا چاہیے۔

ایسے تمام اسلامی مخطوطات جو علم میں آچکے ہیں ان کی فہرست تیار کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ ہندوستان میں ایسے بہت سے کتب خانے ہیں جنکی فہرست تیار کی گئی ہے۔ لیکن شایع نہیں ہو سکی۔ ان کی اشاعت مفید ہوگی۔ ایسی فہرستیں جو ہینڈلسٹ فارم میں ہیں ان سے مخطوطے کی اہمیت واضح نہیں ہوتی اسی لیے وہ زیادہ مفید نہیں ہیں۔ فہرستیں ایسی مرتب کرنی اور شایع کی جانی چاہئیں جس سے مخطوطے کی اہمیت اور افادیت کی وضاحت ہو اور اس کا پتہ بھی چلے کہ یہ واحد نسخہ ہے یا دوسرا کوئی نسخہ کسی کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کا ترقیمہ بھی ضرور درج کیا جانا چاہیے تاکہ اندازہ لگ سکے کہ اس کی عمر کیا ہے۔ سائنسی موضوعات پر خاص کر ریاضی، نجوم اور طب کے مخطوطات کی فہرست مخصوص طریقہ پر تیار کی جانی چاہیے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ ناقابل لحاظ ہے جو درست نہیں۔ چونکہ سائنس کے موضوعات پر مخطوطات کی فہرست سازی

نہیں ہوئی ہے اور خال خال مخطوطات کو مرتب اور شایع کیا جا سکا ہے۔ اس لیے اس میدان میں مسلمانوں کی کاوشوں کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکا ہے۔ الفرقان فاؤنڈیشن سائنسی موضوعات پر مخطوطات کو مرتب کروانے اور شایع کروانے کا پروجکٹ تیار کر سکتی ہے۔ ایسے مخطوطات پر تنقیدی نوٹ ہونا چاہیے اور متن کی صحت کا خیال رکھا جائے نیز انگریزی میں ان پر مقدمہ اور اس کی تلخیص بھی شامل ہو تاکہ مسلم سائنس دانوں کی خدمات کا اعتراف ہو سکے۔ جب مسلمانوں کے لکھے ہوئے مخطوطات کی خاصی تعداد شایع ہو گی تب ہم اطمینان بخش طریقے پر سائنسی موضوعات پر مسلمانوں کی خدمات کی تاریخ لکھنے کے لایق ہو پائیں گے۔

الفرقان اسلامک ہیریٹیج فاؤنڈیشن کا قیام ایک عمدہ اقدام ہے اور تمام دنیا میں اسلامی مخطوطات کا جائزہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن اس کی ابھی ابتدا ہوئی ہے۔ ہمیں طویل مسافت طے کرنی ہے راستہ طویل ہی نہیں دشوار بھی ہے۔ لیکن محنت اور خدا پر بھروسہ انشاء اللہ کامیابی عطا کرے گا۔

بائبل میں قدیم ہندوستانی ثقافت کے اثرات

از جناب گوردیال سنگھ مجذوب، دہلی

ہندوستانی ثقافت دنیا کی قدیم ترین ثقافت خیال کی جاتی ہے اس کا ادب بہت وسیع اور جامع ہے۔ جس کا نشان یونان، مصر، روم اور ایران کے مختلف قدیم آثار اور تحریری نقوش میں ملتا ہے۔

یہ عام قاعدہ ہے کہ فاتح قوموں کا اثر مختلف حیثیتوں سے مفتوح اقوام پر پڑتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں مفتوح قومیں فاتح اقوام کی زبان، ان کے الفاظ بلکہ ان کے ناموں کو بھی اپنا لیتی ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں مغلیہ خاندان کی حکومت قائم ہوئی تو یہاں کے باشندوں نے اپنے عقیدہ پر رہتے ہوئے غیر ملکی اثرات قبول کر کے اس طرح کے نام اختیار کر لیے۔ اقبال سنگھ، زورآور سنگھ، فتح چند، خوب چند، خوش وقت سنگھ، بختاور سنگھ، مختار سنگھ، عجائب سنگھ وغیرہ۔

راقم کو خود ایک فارسی کتاب کے مطالعہ کے دوران معلوم ہوا کہ ایران میں اب تک صحرائے ارجن موجود ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ مصر کا نام دراصل "مشر" تھا جو سنسکرت کا ہی لفظ ہے بعد میں یہی لفظ شہر کے معنیٰ میں عربی لغت میں داخل ہو گیا اور تو اور مصر میں ایک جگہ کا نام "سوھاج" ہے یہ لفظ میری حقیر رائے میں "سوھاج" نہیں بلکہ "سوہاگ" تھا۔ اس امر سے کون انکار کر سکتا ہے کہ شطرنج جس کو ساری دنیا میں

رواج نصیب ہوا۔ یہ ہندوستانی ثقافت ہی کی دین ہے لیکن اس لفظ کی شکل بدل چکی ہے۔ کیونکہ اس کی ہیئت "چترانگ" تھی۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ عربی زبان میں کئی حروف تہجی ہندوستانی لہجے کو ادا نہیں کر پاتے اس لیے ان کو بدل دیا جاتا ہے جیسے "چ" عربی زبان میں ادا نہیں کیا جا سکتا اسے "ش" میں بدل دیتے ہیں اور "گ" کو "ج" میں تبدیل کر دیتے ہیں بلکہ آج کل تو "ج" کو "غ" میں بدلنا بھی شروع ہو گیا ہے۔ پہلے "گیتا" لفظ کو "جیتا" لکھتے تھے اب "غیتا" بھی بولنے اور لکھنے لگے ہیں۔

مجھے عربی زبان میں بائبل کے مطالعہ کا موقع ملا تو عہد نامہ قدیم میں بہت سے ایسے نام ملے جو قدیم ہندوستانی ثقافت و تہذیب کی آئینہ داری کرتے ہیں۔ اس زمانہ کے عام لوگوں ہی نے نہیں بلکہ حکمرانوں اور بادشاہوں نے بھی ہندوستانی نام اسی طرح اپنا لیے تھے جس طرح خود اہل ہند اسلامی تہذیب سے متاثر ہو کر اس کے الفاظ کو اپنا چکے ہیں۔

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ کئی حروف تہجی کی شکل و صورت انگریزی زبان میں اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں رہی ہے۔ عموماً بائبل میں حرف "ی" "ج" میں بدل دیا گیا ہے اس کی مثال نیچے دی جا رہی ہے۔

عربی زبان میں شکل	انگریزی زبان میں تبدیل شدہ حالت
ایوب	JOB
یونس	JONA
یسوع	JESUS
یحیٰی	JOHN
یعقوب	JACOB
بنیامین	BENJAMIN

یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام تھا جس کی صحیح صورت "بنی آمین" ہونا چاہیے۔ اسی طرح کئی جگہ "تھ" کو عربی میں حرف "ث" سے بدل دیا گیا ہے جیسے "ایلزبیتھ" کو "ایلزبث" اور حرف "واؤ" کو حرف "ب" میں "دیو" کی جگہ "دیب"

ان مثالوں کو اس لیے پیش کیا جا رہا ہے تاکہ بائبل میں درج نام کی اصل ہیئت پورے طور پر واضح ہو سکے۔ ورنہ ہم کو اصلاً لفظ "رام" پر بحث و گفتگو کرنی ہے جس کو قدیم ہندوستانی ثقافت اور الہیات میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مشرق وسطیٰ میں ایک جگہ کا نام "رام اللہ" ہے جو مغربی جارڈن (یردن) میں یوروشلم کے شمال میں واقع ہے اور ابھی تک قائم دائم ہے۔

ہمارے پیش نظر اس وقت عربی میں کتاب مقدس کا وہ ایڈیشن ہے جو ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا۔ یہاں اسی کے صفحوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

متن میں موجود لفظ	صفحہ	ملاحظات
حورام	۶۸۲	X
ھدورام	۶۹۶	X
یھوُرام	۷۰۶-۷۰۳	اس کی اصلی شکل "جے ہو رام" ہو سکتی ہے "ج" کو "ی" میں بدل دیا گیا۔
یورام	۷۱۱	"جیورام" ہو سکتا ہے "جیم" کو "یا" میں بدل دیا۔
ترشاشا	۷۳۱	"تری شاسن" ایک ہی وقت میں تین جگہوں پر شاسن چلانے والا۔

متن میں موجود لفظ	صفحہ	ملاحظات
یوذاباد	۷۵۴	غالباً اصلی شکل میں "جودھاپد" یا "یودھاپد" ہونا چاہیے۔
شتربوزنای	۷۴۴	چِتر بُدھ نیائے تھا کیونکہ لارڈ بُدھا کو عربی والے بدھ کی بجائے "بوذا" لکھتے ہوئے "دھ" کو یا تو "ذ" یا "ز" میں بدل دیتے ہیں۔
رَاموٗث	۷۵۴	"رام متھ" تھا۔
ناثان	۷۵۴	"ناتھن" تھا۔ "تھ" کو "ث" میں بدل دیا گیا۔
شَارَائی	۷۵۴	"شری" ہو سکتا ہے۔
یَدُو	۷۵۴	"جودھو" ہو سکتا ہے جو یُدھا کی بگڑی شکل ہے۔
یوٗناثان	۷۷۴	"جے ناتھن" تھا۔
یُویادَاع	۷۷۴	"یودھا" تھا اصل شکل میں!
مہوٗمان	۷۷۹	"مہامان" ہو سکتا ہے۔
کرشنا	۷۸۰	"کرشنا" لارڈ کرشنا پر دلالت کرتا ہے۔
وشیثار	۷۸۰	دراصل یہ "وِچتر" تھا کیونکہ عربی والے کبھی کبھی "ت" کو "ث" میں بدل دیتے ہیں، جیسے عربی والوں نے گیتار GUITAR کو "قیثارہ" کر کے "ت" کو "ث" میں بدلا ہے۔

اردو میں سکھ گورو اور سکھ پوتھیاں

از

جناب رام لعل نابھوی صاحب

(۲)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۱۰۷	گورو گوبند سنگھ	آنند کشور مہتہ	ورمن ۱۹۲۴، ۲۸۰ صفحات Guru Govind Singh. A descriPtive catlogue
۱۰۸	سوانح گورو گوبند سنگھ		فوٹو سٹیٹ کاپی لاہور سے لائی گئی صفحہ Guru Govind Singh. A descriPtive Catalogue
۱۰۹	گورو گوبند سنگھ کی زندگی کے حالات	عنایت اللہ	
۱۱۰	سکھ گورو	غلام علی خاں	نولکشور کانپور ۱۸۶۴ صفحہ ۲۰۵۔ Guru Govind Singh. A descriPtive catalogue

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۱۱۱	گورو گوبند سنگھ		دیکھیے مرکز تواریخ سلطان امرتسر سکھ ہسٹری سوسائٹی ۱۹۴۹ Guru Govind singh. A descriptive catalogue
۱۱۲	گورو گوبند سنگھ دینا کے توہاں پورش	دیوان چند	بیدی داس پستک بھنڈار۔ Guru Govind singh. A descriptive catalogue
۱۱۳	گورو گوبند سنگھ۔ چمکور کی جنگ	رادھا کرشن	گوشۂ پنجاب لاہور۔ پنجابی پریس ۱۸۶۱ Guru Govind singh. A descriptive catalogue
۱۱۴	منتخب اللباب۔ گورو گوبند سنگھ	محمد ہاشم مفتی خاں	صفحہ ۳۱ " " " "
۱۱۵	گورو گوبند سنگھ	بھائی پرمانند	تاریخ پنجاب لاہور۔ لاجپت رائے اینڈ سنز صفحات ۳۱۰/۳۲۱ Guru Govind singh. A descriptive catalogue
۱۱۶	مفتاح التواریخ	دانشور منشی	نولکشور پریس کانپور ۱۸۷۶ صفحات Guru Govind singh ۴۲۴

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
			A descriptive catalogue
۱۱۷	جوہر تیغ	محمد الغنی مرزا	گوردوارہ پربندھک کمیٹی سکھ ریفرنس لائبریری ۴۴۵۱
۱۱۸	بھینٹ سری گورو گوبند سنگھ	روشن لال چودہری	گوردوارہ پربندھک کمیٹی ۴۴۲۹ ۱۹۳۱ء [illegible]
۱۱۹	جنم ساکھی شری گورو	محمد یوسف مسافر	- do - منشی محمد معراج الدین مالک کتبخانہ امرتسر
۱۲۰	جپ جی صاحب۔ ست دہرم پرکاش	ساتوں رام لالہ	گوردوارہ پربندھک کمیٹی مفید عام پریس لاہور
۱۲۱	گورمریادہ حصہ اول گوروؤں کی شادیاں	کشن سنگھ سردار	سکھ ریفرنس لائبریری گوردوارہ پربندھک کمیٹی نمبر ۴۴۲۰۔
۱۲۲	گورو دلیوا کال دشری گورو نانک دیو	گورداس سنگھ اداسی	سکھ ریفرنس لائبریری دیوان چند مالک کتبخانہ ۴۴۱۵ سنہ ۱۹۱۲ء
۱۲۳	شہید گنج	ملکھراج بھلہ	سکھ ریفرنس لائبریری بہ نمبر ۴۴۱۴ سٹوڈنٹس اون ایجنسی لاہور ۱۹۵۲ بکرمی
۱۲۴	شہیدکام شری گورو گوبند سنگھ کے چھوٹے صاحبزادوں کا		سکھ ریفرنس لائبریری بدھ سنگھ منیجر گورو گوبند سنگھ پریس۔ بہ نمبر ۴۴۱۲

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۱۲۵	سوانح عمری سری گورو گوبند سنگھ	گورمکھ سنگھ سردار	سکھ ریفرنس لائبریری نیو نیشنل بک ڈپو لاہور بہ نمبر ۴۴۰۱
۱۲۶	جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ		سکھ ریفرنس لائبریری ملک راج تاجر کتب بہ نمبر ۴۴[illegible]
۱۲۷	سوانح عمری گورو گوبند سنگھ	ایم - ایس - جوہر	do بھائی دیا سنگھ تاجر کتب لاہور بہ نمبر ۴۴۰۷
۱۲۸	آخری پیشوا یعنی آخری پیغمبر گورو گوبند سنگھ	راجندر سنگھ بابو	سکھ ریفرنس لائبریری منیجر گورو گوبند سنگھ پریس سیالکوٹ نمبر ۴۴۰۶ -
۱۲۹	شری گورو تیغ بہادر	پنڈی داس	سکھ ریفرنس لائبریری منیجر لیٹک بھنڈار لاہور ۱۹۱۴ء بہ نمبر ۴۴۰۵
۱۳۰	گورو کا سکھ گورو ہرگوبند صاحب کی سوانح		سکھ ریفرنس لائبریری رامدتا مل و محمد علی تاجران کتب ۱۹۰۳ء بہ نمبر ۴۴۰۴
۱۳۱	گورو کا سکھ - گورو رام داس جی کی سوانح		سکھ ریفرنس لائبریری رامدتا مل و محمد علی تاجران کتب بہ نمبر ۴۴۰۳
۱۳۲	گورو کا سکھ - گورو امرداس جی کی سوانح		سکھ ریفرنس لائبریری رامدتا مل و محمد علی تاجران کتب بہ نمبر ۴۴۰۲
۱۳۳	گورو کا سکھ - گورو آنند دیو کی سوانح		سکھ ریفرنس لائبریری رامدتا مل و محمد علی تاجران کتب ۱۹۰۳ء بہ نمبر ۴۴۰۱
۱۳۴	کرامات نانک - تاریخ	سوامی دیال برہمن	سکھ ریفرنس لائبریری حسن ابدال بہ نمبر ۴۴۰۰

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
	پنجہ		
۱۳۵	گورو نانک دیو کی سوانح عمری	دیا رام لالہ	" " رامدتا مل و محمد علی تاجران کتب ۱۹۰۹ء بہ نمبر ۴۳۹۹
۱۳۶	ضمیمہ جپ جی صاحب و ترجمہ و شرح	گوبند رام ایڈیٹر رسالہ ست رنگ	سکھ ریفرنس لائبریری منیجر ست سنگھ امرتسر جولائی ۱۹۲۷ء ۴۳۵۲
۱۳۷	سکھمنی صاحب سٹیک	ہیرا سنگھ ماسٹر مترجم ہوشیارپور	سکھ ریفرنس لائبریری گوردوارہ پربندھک کمیٹی بہ نمبر ۴۳۴۹
۱۳۸	نانک شاہ ست گورو جپ جی قلمی		سکھ ریفرنس لائبریری گوردوارہ پربندھک کمیٹی لاہور ۱۸۱۱ء قلمی
۱۳۹	گورو گوبند سنگھ	درلبھ سنگھ	سکھ ریفرنس لائبریری بہ نمبر ۴۳۰۳
۱۴۰	حیات گورو نانک	حبیب مولانا	" "
۱۴۱	شہید بلاس - گورو گوبند سنگھ کے معصوم بچوں کی قربانی	شمشیر سنگھ	" " بھائی چتر سنگھ جیون سنگھ تاجران کتب لاہور بہ نمبر ۴۳۰۲
۱۴۲	سیما بلیدان - گورو تیغ بہادر جی کی دہرم پرتہا[illegible]	گوپال سنگھ	سکھ ریفرنس لائبریری مطبوعہ آنند پرکاش پریس امرتسر
۱۴۳	سوانح عمری سری گورو	مکھن سنگھ بھائی	سکھ ریفرنس لائبریری بھائی دیا سنگھ تاجر

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
	گوبند سنگھ صاحب		کتب لاہور بہ نمبر ۳۲۴۵
۱۴۴	سوانح عمری گورو نانک دیوجی	دیا رام عاکف	سکھ ریفرنس لائبریری لاہور بہ نمبر ۳۲۰۴
۱۴۵	جپ پرمارتھ اچھم ساکی گورو بلاس احوال نوین پادشاہی	مہر سکھ داسے گوبند سہائے	سکھ ریفرنس لائبریری بہ نمبر ۲۵۷۷
۱۴۶	سکھ منی صاحب منہ ارتھ		سکھ ریفرنس لائبریری بہ نمبر ۲۱۷۵
۱۴۷	گوربانی یا شبد ستے شلوک مجلد ۹	ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ	سکھ ریفرنس لائبریری گوردوارہ پربندھک کمیٹی بہ نمبر ۱۹۱۰
۱۴۸	خالصہ شہیدوں کا بلیدان	رام سروپ کوشل	سکھ ریفرنس لائبریری گوردوارہ پربندھک کمیٹی بہ نمبر ۱۴۸۸
۱۴۹	گورو گوبند سنگھ	پریم چند مرحوم	فہرست کتب اردو سکھ ریفرنس لائبریری شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی بہ نمبر ۱۴۲۴
۱۵۰	جگت گورو شری گورو گوبند سنگھ کا امرت	جگت سنگھ	فہرست کتب اردو سکھ ریفرنس لائبریری شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی بہ نمبر ۱۰۹۴
۱۵۱	گورو نانک پوتھی پنج گرنتھی قلمی کرتار پور		فہرست کتب اردو سکھ ریفرنس لائبریری شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی بہ نمبر ۷۵۳
۱۵۲	وقایع بابا نانک		"قاموس الکتب" اردو انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی بہ نمبر ۱۱۷۴۱

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۱۵۳	جپ جی صاحب سٹیک	منی سنگھ	۱۸۵۴ء صفحہ ۹۶ بہ نمبر ۱۱۷۴۰
۱۵۴	سوانح عمری شری گورو گوبند سنگھ	مکھن سنگھ	do صفحہ ۷۵ بہ نمبر ۱۱۷۳۹
۱۵۵	مختلف پوتھیاں		do بہ نمبر ۱۲۷۳۷
۱۵۶	پوتھی سکھ منی صاحب	متر سین سوامی	do پریم بلاس پریس گوجرانوالہ ص ۲۰۰ بہ نمبر ۱۱۷۳۵
۱۵۷	پوتھی راہ راست	do	do گردھر سٹیم پریس لاہور بہ نمبر ۱۱۷۳۴
۱۵۸	آسا دی وار	do	do گردھر سٹیم پریس لاہور ۱۹۲۵ء بہ نمبر ۱۱۷۳۳
۱۵۹	سری جپ جی صاحب سٹیک	do	do ہندوستانی پریس لاہور صفحہ ۱۱۹ بہ نمبر ۱۱۷۳۲
۱۶۰	گوروارض دیو کی سوانح عمری		do نولکشور پریس ص ۷۸ بہ نمبر ۱۱۷۳۰
۱۶۱	سپا بلیدان	گوپال سنگھ	do آنند پرکاش امرتسر ص ۳۶ بہ نمبر ۱۱۷۲۹
۱۶۲	نانک پرکاش	گورداکر سنگھ	do آفتاب پنجاب پریس لاہور ۱۸۸۴ء
۱۶۳	شری گرنتھ صاحب کا اردو ترجمہ		do بہ نمبر ۱۱۷۲۸ ص ۴۸۰
۱۶۴	سرور روحانی۔ گورو نانک دیوجی سکھ منی صاحب		قاموس الکتب اردو جلد اول انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی بہ نمبر ۱۱۷۲۶
۱۶۵	گورو نانک دیوجی		do صفحہ ۱۷۶ بہ نمبر ۱۱۷۲۵
۱۶۶	اختصار گرنتھ صاحب و ترجمہ جپ جی صاحب قلمی	عطر سنگھ سردار	do بہ نمبر ۱۱۷۳۳

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۱۶۷	عطر روحانی ترجمہ جپ جی	عطر سنگھ سردار	قاموس الکتب اردو جلد اول انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی صفحہ ۴۷ بہ نمبر ۱۱۷۲۲
۱۶۸	جنم ساکھی بھائی بالا والی	عاکف دیا رام	do مرکز ہند پریس لاہور بہ نمبر ۱۱۷۲۱
۱۶۹	جپ جی سٹیک	do	do بہ نمبر ۱۱۷۲۰
۱۷۰	پوتھی سکھ منی سٹیک		do ۱۹۱۳ء نولکشور پریس بہ نمبر ۱۱۷۱۹
۱۷۱	پوتھی پنج گرنتھی	do	do ص ۲۴۶ بہ نمبر ۱۱۷۱۸
۱۷۲	تواریخ بابا نانک	سورج بھان	۱۸۶۰ء بہ نمبر ۱۱۷۱۷
۱۷۳	ساکھی گورو نانک شاہ	سنگت پرشاد	do نولکشور لکھنؤ ص ۷۴ بہ نمبر ۱۱۷۱۶
۱۷۴	سری آد گرنتھ		do گیانی پریس گوجرانوالہ ص ۴۴ بہ نمبر ۱۱۷۱۵
۱۷۵	جپ پرمارتھ	do	do ص ۳۲ بہ نمبر ۱۱۷۱۱
۱۷۶	پوتھی شبد	تیجا سنگھ سوڈھی	do ص ۱۴ بہ نمبر ۱۱۷۱۰
۱۷۷	گورو نانک	تاجور نجیب آبادی	do ص ۶۲ بہ نمبر ۱۱۷۰۹
۱۷۸	پوتھی اونکار		do ۱۹۲۶ء ص ۱۱۸ بہ نمبر ۱۱۷۰۸
۱۷۹	پھول پٹاری	بابا برج بلب سنگھ	do مفید عام پریس لاہور ص ۸۰ بہ نمبر ۱۱۷۰۷
۱۸۰	سری جپ جی صاحب منظوم ترجمہ	اکتیا لالہ	do ۱۸۷۶ء سیالکوٹ ص ۲۰ بہ نمبر ۱۱۷۰۶
۱۸۱	گورو گوبند سنگھ کے بچوں کا قتل	گیانی واحد حسین صاحب	ریفرنس سیکشن۔ گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر صفحات ۳۸۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۱۸۲	جپ		پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ
۱۸۳	خالصہ شہیدوں کا بلیدان	پروفیسر رام سروپ	گنڈا سنگھ کلکشن پنجابی یونیورسٹی صفحات ۔ ستمبر ۱۹۳۴ء
۱۸۴	سری گورو گوبند سنگھ مہاراج	مہتہ آنند کشور	do صفحات ۲۶۴ سال سنہ ۱۹۳۰ء
۱۸۵	گورو تیغ بہادر جیون چرتر		do ۱۹۲۳ء۔ برہمچاری سٹیم پریس لاہور
۱۸۶	حقائق المعانی۔ جپ جی مجتا	منشی گنڈا سنگھ	گوبند سنگھ لائبریری صاحب کے پاس ہے۔ سال ۱۹۰ درج ہے۔ باقی پھٹا ہوا ہے۔ لاہور میں چھپی۔
۱۸۷	نانک جوگ	شوبرت لال ورمن	گنڈا سنگھ کلکشن پنجابی یونیورسٹی ۳۰ صفحات چھوٹا سائز۔
۱۸۸	رہبر نجات شری جپ جی صاحب	سردار سادھو سنگھ سادھو	do ۸۰ صفحات نومبر ۱۹۳۹ء منظوم
۱۸۹	گورو گوبند سنگھ کی سوانح عمری جنم ساکھی	حکیم رام کشن	do ۱۹۱۹ء۔ دیہاتی سائز ۸۰ صفحات مطبع پرکاش سٹم پریس
۱۹۰	دیوان نانک شاہ ترجمہ سکھ منی صاحب	امراؤ سنگھ شیرگل	do مئی ۱۹۳۵ء ۱۱۲ صفحات ڈیمائی سائز
۱۹۱	نغمہ توحید الٰہی۔ جپ جی صاحب	ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ	do ۴۷ صفحات چھوٹا سائز
۱۹۲	جپ جی صاحب کا اردو ترجمہ	مولانا منظور حسن	do ۳۰ صفحات چھوٹا سائز ۱۸ جون ۱۹۳۳ء
۱۹۳	جپ جی اردو سٹیک	کرتار سنگھ دت	do ضلع گورداسپور چھوٹا سائز صفحات ۱۰۳

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۱۹۴	شری گورو گرنتھ صاحب اردو	بھم سنگھ گرنتھی مترجم	سکھ ریفرنس لائبریری ۱۹۱۶ء۔ یونین سٹم پریس لاہور
۱۹۵	جپ جی و سید ہزارے		do ہرنٹی الیکٹرک پرنٹنگ پریس ہوشیارپور ۱۴۴ صفحات
۱۹۶	خمسۂ آدمیت و سرچشمۂ حقیقت بابا نانک	کالا سنگھ بلای	do بھاشا و بھاگ ۱۹۷۱ء
۱۹۷	بابا نانک سے چند وابستہ تحریریں	گوردیال سنگھ مجذوب	اس میں ۱۴ قطعات عربی کے ہیں جن کا نثری ترجمہ مجذوب صاحب نے کیا ہے۔ نابھوی کے پاس ہے۔
۱۹۸	تاریخ گوبند سنگھ کی	وزیری مل کھتری	دیکھیے صفحہ ۲۰۳۴ نسخہ ہائے خطی کتابخانہ گنج بخش
۱۹۹	آدد گرنتھ صاحب اردو ترجمہ	رائے دیوان چند	۹۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جہازی سائز ہے۔ رفاہ عام پریس سیالکوٹ میں چھپا۔ مسٹر سریندر بہتہ نابھوی کے پاس ہے۔
۲۰۰	کلام نانک	ڈاکٹر ستبیل سنگھ	۹۹۰ صفحات۔ جہازی سائز۔ بھاشا و بھاگ نے شایع کیا۔
۲۰۱	وردحق سری جپ جی صاحب	ماسٹر لال سنگھ	اردو ترجمہ منظوم۔ ۹۰ صفحات۔ دوارکا داس لائبریری چنڈی گڑھ میں ہے۔
۲۰۲	سرتاج شہید شری گورو گوبند سنگھ	روشن لال ایم۔ اے	چھوٹا سائز۔ نشر۔ پنجابی یونیورسٹی لائبریری میں ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۲۰۳	جپ جی صاحب یا ذکر الٰہی	محمد اجمل خاں	شیر خاں انسٹی ٹیوٹ مالیر کوٹلہ میں ہے۔ صفحات ۲۶ کتابی سائز
۲۰۴	جوہر تیغ	ارشد گورگانی	یہ مسدس نظم ہے۔ در مدح گوبند سنگھ۔ نابھوی کے پاس ہے۔
۲۰۵	تواریخ خالصہ حصہ اول	مشرقی	نظم اور نعت در مدح گورو گوبند سنگھ درج ہے۔ نابھوی کے پاس ہے۔
۲۰۶	تواریخ گورو خالصہ حصہ اول و دوم	گیان سنگھ گیانی	"
۲۰۷	جنم ساکھی سری گورو گوبند سنگھ	ملک راج	سکھ ریفرنس لائبریری۔ گوردوارہ پربندھک کمیٹی فہرست کتب اردو پنڈت ملک راج تاجر کتب لاہور۔
۲۰۸	کلام حقانی	بسمل دہلوی	نابھوی کے پاس ہے۔
۲۰۹	جنم ساکھی		"
۲۱۰	گورو تیغ بہادر		کتابی سائز۔ سال ۱۹۴۳ء۔ میونسپل لائبریری پٹیالہ میں ہے۔
۲۱۱	گورو گوبند سنگھ		کتابی سائز do
۲۱۲	جپ		۵۰ صفحات ڈیمائی سائز۔ نابھوی کے پاس ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۲۱۲	محیط اعظم	۱۔ محسن کھتری	پوتھی جنم ساکھی گورونانک دیو۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان حصہ اول صفحہ ۳۱۰
۲۱	تیسری پادشاہی کی جنم ساکھی یعنی گوروامرداس کی سوانح عمری		ریفرنس سیکشن پنجاب یونیورسٹی میں ہے۔ کتابی سائز ۴۶ صفحات۔ ۱۹۰۹ء رام دتا مل اینڈ سنز لاہور
۲۱	گدکا سکھ منی صاحب		ریفرنس سیکشن پنجاب یونیورسٹی میں ہے۔ ۱۹۳۵ء چھوٹا سائز صفحات ۱۱۲۔ بھائی تارا سنگھ تاجر کتب
۲۱	سری گورو گوبند سنگھ جی کا جیون چرتر		ریفرنس سیکشن پنجاب یونیورسٹی میں ہے۔ ۱۹۳۸ء بڑا سائز صفحات ۳۴۷۔ حیدرآباد سندھ میں چھپی۔
۲۱	ترجمہ جپ جی صاحب	ماسٹر جگت سنگھ گیانی	صفحات ۵۶ ڈیمائی سائز۔ امر پرکاش ایجنسی امرتسر۔
۲۱	خالصہ نامہ سکھ نامہ	بخت مل	۱۲۲۱-۲۲ ہجری۔ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ دانشگاہ پنجاب لاہور۔ گنجینہ آذر مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان صفحہ ۴۰۳
۲۱۰	تاریخ دسم گوروصاحبان	منت سنگھ گیانی	چتر سنگھ جیون سنگھ امرتسر۔
۲۲۰	گورو رام داس جی کی سوانح عمری	گورمکھ سنگھ	فہرست کتب اردو سکھ ریفرنس لائبریری۔ گوردوارہ پربندھک کمیٹی۔ رام دتا مل کتب تاجر لاہور ۱۹۰۳ء

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۲۲۱	گورو کا سکھ۔ گورو ہرگوبند جی کی سوانح عمری		فہرست کتب اردو۔ سکھ ریفرنس لائبریری۔ گوردوارہ پربندھک کمیٹی۔ رام دتا مل کتب تاجر لاہور ۱۹۰۳ء
۲۲۲	رسالہ نانک شاہ	بدھ سنگھ کھتری	دیکھیے کیٹلاگ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مخطوطات صفحہ ۱۱۰۔
۲۲۳	پستک خورشید خالصہ سوانح از سری سوم تا سری آٹھویں پادشاہ و سفرنامہ نہم پادشاہ	نہال سنگھ گورمکھ باوا	فہرست کتب اردو سکھ ریفرنس لائبریری گوردوارہ پربندھک کمیٹی۔ یہ کتاب جلد اول و دوم میونسپل لائبریری پٹیالہ میں بھی ہے۔
۲۲۴	خونی قطرے شہیدی گوردوارہ دیو و نظم بندی شری ہرگوبند صاحب	دہونت سنگھ آزاد	فہرست کتب اردو سکھ ریفرنس لائبریری گوردوارہ پربندھک کمیٹی۔
۲۲۵	امرتسر مہاتم منظوم	سنگت پرشاد ساطع	پنجابی یونیورسٹی لائبریری ریفرنس سکشن۔
۲۲۶	رسالہ سدھا ساگر		یہ رسالہ گورمکھی اور اردو میں بیک وقت درگا پریس نابھہ سے چھپتا تھا۔ ایک کاپی ۳۰ رسالوں ۱۹۵۱ء کی ریفرنس سکشن پنجابی یونیورسٹی میں ملی۔
۲۲۷	گورو نانک نرنکاری		
۲۲۸	گورو گوبند سنگھ اور بھنگانی کی جنگ	لدھا سنگھ	ہرشی الیکٹرک پرنٹنگ پریس ہوشیارپور ۴۸ صفحات Guru Gobind singh - Adescri-ptive catalogue ۲۹ دسمبر ۱۹۶۵ء - پربھات۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف	کیفیت
۲۲۹	مقدس چولا	عباداللہ گیانی	سکھ ریفرنس لائبریری امرتسر میں ہے۔
۲۳۰	وردحق ۔ سری جپ جی	لال سنگھ آنند خالص	ایضاً
۲۳۱	جاپ صاحب کلام گورو گوبند سنگھ جی	ہیرا سنگھ سود	ترن تارن ۔ سکھ ریفرنس لائبریری امرتسر میں ہے۔
۲۳۲	گورو گوبند سنگھ صاحب کی سوانح عمری	امر سنگھ منصور	دیکھیے شیر پنجاب کا گورونانک میموریل ۔ ۱۴۶۹ - ۱۹۶۹ ۔ نابھوی کے پاس ہے۔
۲۳۳	گورو تیغ بہادر کی سوانح عمری ۔	do	
۲۳۴	گورو ارجن مہاراج کی سوانح عمری	do	
۲۳۵	دس گوروں کے سوانح حیات	do	
۲۳۶	گورو گوبند سنگھ کے بچوں کی شہادت	do	
۲۳۷	ترجمہ و تفسیر جپ جی صاحب	do	
۲۳۸	ترجمہ و تفسیر سکھ منی صاحب	do	
۲۳۹	ترجمہ و تفسیر جپتوں دی وار	do	
۲۴۰	شہید گنج	do	
۲۴۱	مثنوی مہر و وفا اور گوروؤں کے منظوم کوائف	do	
نوٹ	اور بہت کچھ ملنے کی امید ہے	تلاش جاری ہے۔	

اخبار علمیہ

شہد کی مکھیاں بھی انعام فطرت اور نشان عبرت ہیں جو سائنسدانوں کی دلچسپی اور تحقیق کا مسلسل موضوع رہی ہیں، حال ہی میں برطانیہ کے سائنسی مجلہ 'نیو سائنٹسٹ' میں آسٹریلیا کے سائنسداں ڈاکٹر ایرول حسن اور ان کے ایک شاگرد دائینڈ ریوگا ہنسیا نے یہ انکشاف کیا ہے کہ شہد تلاش کرنے والی مکھیاں کبھی کبھی بعض نشہ آور رس کی وجہ سے مخمور و مدہوش ہو جاتی ہیں اور چھتہ کی جانب واپسی میں وہ حادثات کا شکار ہو جاتی ہیں، اگر یہ چھتہ تک پہونچ بھی جاتی ہیں تو اس کے اندر کام کرنے والی شہد کی مکھیاں انہیں خانہ زنبور میں داخل نہیں ہونے دیتیں اس طرح یہ مخمور مکھیاں بہت جلد مر جاتی ہیں، یہ تحقیق اس وقت سامنے آئی جب یہ دونوں محققین کینیا میں شہد کی پیدائش و افزائش کے موضوع پر کام کر رہے تھے، کینیا خشک خطہ ہے جہاں سال میں صرف ایک بار پھول کھلتے ہیں، گرم علاقہ اور بلند درجہ حرارت کی وجہ سے شگوفوں کے رس میں جوش اٹھتا ہے اور ایک قسم کا نشہ پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح بعض مرتبہ ان مکھیوں کے لیے تیار کیے گئے مصنوعی محلول میں بھی نشہ آ جاتا ہے۔ ان سائنسدانوں نے یورپ کی شہد کی مکھیوں کی ایک ایسی قسم کا بھی جائزہ لیا تھا جو ایسے رس کی زیادہ رسیا ہیں جن میں شکر کی مقدار ۴۰ سے ۵۰ فیصد تک ہے۔ تجربہ سے پتہ چلا کہ جوش دیے ہوئے محلولوں کی بہ نسبت اس قدرتی رس میں الکوحل

کی مقدار زیادہ سے زیادہ ۱۰ فیصد ہوتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ شہد کی مکھیاں جب چھتہ سے پھولوں تک کا سفر کرتی ہیں تو ایک نہایت حیرت انگیز کیمیائی رطوبت کے اخراج سے ایک لکیر سی بن جاتی ہے اور اسی کی بو سے وہ اپنی راہ سے اس طرح واقف ہوتی ہیں کہ بھٹک نہیں سکتیں۔ اس تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا کہ جو مکھیاں زیادہ مخمور ہوجاتی ہیں ان کو اپنے عمل میں سخت دشواری پیش آتی ہے، کیونکہ ان کا اعصابی نظام بہت کمزور ہے، چنانچہ کچھ تو فوراً گر پڑتی ہیں اور پھر حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اڑنا نہیں چاہتیں یا پھر اڑ نہیں سکتیں، ایک بات اور سامنے آئی کہ رس کے حصول کے لیے جو مکھیاں جاتی ہیں ان کی ایک خاص علامت ہوتی ہے جو چھتہ میں رہ کر شہد بنانے والی مکھیوں میں نہیں ہوتی، یہ بھی دیکھا گیا کہ اگر کسی طرح بعض شرابی مکھیاں چھتہ میں پہونچ بھی جائیں تو ان کی غیر معتدل حرکات کی وجہ سے اندر کی مکھیاں ان کو بالآخر چھتہ سے باہر کر دیتی ہیں اور اس جلاوطنی کے بعد وہ اس قدر کمزور اور غیر محفوظ ہوجاتی ہیں کہ سردی یا بھوک سے ختم ہوجاتی ہیں یا پھر شکاری کیڑوں کا نشانہ بن جاتی ہیں، چنانچہ جب شرابی مکھیوں کی خاصی تعداد ضایع ہوجاتی ہے تو پھر پورے چھتہ کی طاقت میں کمی آنے کی وجہ سے شہد کی پیداوار بھی متاثر ہوتی ہے، اس لیے اب ان سائنسدانوں نے گرم علاقوں کے لیے خاص طور پر ایسے مصنوعی ڈبے بنانے کا فیصلہ کیا ہے جن میں موجود رس جوش کھانے اور نشہ آور ہونے سے محفوظ رہے گا۔

(ع۔ص)

معارف کی ڈاک

(۱)

۲۸۹۔ ذاکر نگر، نئی دہلی

۱۷؍۲؍۹۳ء

میرے محترم و مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

ان دنوں یہاں دہلی میں BJP کی ۲۵ فروری کی ریلی موضوع گفتگو بنی ہوئی ہے، یقیناً وہاں بھی یہی صورت ہوگی، اس لیے کہ دہلی کے علاوہ ملک میں کہیں بھی کوئی خراب صورت حال پیدا ہوسکتی ہے۔ اسٹیٹ اور جمہوری اداروں کا جو کچھ انحطاط نگاہوں کے سامنے ہے، وہ بڑا حوصلہ شکن ہے، حکمراں جماعت (کانگریس) اندر سے جس طرح ٹوٹ رہی ہے، وہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اندرونی اختلافات، مہاراشٹر اور اڑیسہ میں کانگریس والوں کی باہم "جوتم پیزار" میں عیاں ہو کر اس کی رسوائی کا سبب بن رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ نرسمہا راؤ ہوں، پوار یا چوان ہوں سب کو ملک، جمہوریت اور سیکولرزم سے کوئی تعلق نہیں، صرف اپنی ذات کی پرواہ ہے۔ ملک وملت دونوں کو کیسی بے بسی کا سامنا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سہارا ہے اور اسی کے سہارے گھور (घोर) قنوطیت سے بچے ہوئے ہیں۔

معلوم نہیں کہ کسی سے آپ کو ڈاکٹر معظم صاحب کا حال معلوم ہوا یا نہیں، وہ قلب کی تکلیف میں مبتلا ہوئے اور ہولی فیملی اسپتال میں داخل ہوئے، اسی کے ساتھ

ایک تکلیف اور تھی، انیٹڈری سائنس کی، پیشاب میں بڑی دقت ہوتی تھی اور اس کا اثر قلب اور سارے سسٹم پر پڑتا تھا، اب اس کا آپریشن ہوا ہے، بہت کمزور ہوگئے ہیں، باتیں بہرحال خوب کرتے ہیں، چند روز میں انشاءاللہ وہ اسپتال سے آجائیں گے۔ آپ کو سلام لکھنے کو کہا تھا اور دعا کی درخواست بھی کی تھی۔

جنوری ۹۳ء کے معارف میں آپ نے ازراہ کرم میرا مضمون غبار خاطر پر چھاپ دیا، بہت بہت شکریہ، اچھا صاف چھپا ہے۔ لیکن کتابت و تصحیح کے اچھے ہونے کے باوجود چند غلطیاں راہ پاگئی ہیں۔ ان کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں:

۱۔ صفحہ ۴۹، نیچے سے تیسری سطر، ہم آہنگ کے بعد 'ہوکر' کے بجائے الٹا کاما (،) ہونا چاہیے۔

۲۔ صفحہ ۵۱، دوسری سطر کے شروع ہی میں 'موڑ' کے بجائے 'موڈ' ہوگا۔

۳۔ صفحہ ۵۳، دوسرے پیراگراف کی پہلی سطر: "... وہ بلند مقام نظر جو منا سب کو اپنی جارحیت کے علم و انضباط سے حاصل نہ ہو سکا۔" اس میں خط کشیدہ الفاظ کے بجائے "سائنس کو اپنی خارجیت" ہونا چاہیے۔

۴۔ صفحہ ۵۴، تیسری سطر، شعر میں 'بیشتر' کے بجائے جس سے شعر بے معنی ہو جاتا ہے، 'پیشتر' ہونا چاہیے۔

۵۔ صفحہ ۶۵، دوسری سطر، 'ادبی تخلیق' کے بجائے 'ادبی اختراع' کر دیا گیا ہے۔ میری ناچیز رائے میں اس کی ضرورت نہ تھی کہ یہ خلیل الرحمٰن اعظمی کے الفاظ تھے کاماز کے اندر، مضمون نگار کے نہ تھے اور نہ ایڈیٹر کو خلیل الرحمٰن اعظمی کے لفظ و قول کی ایڈیٹنگ کی ضرورت تھی کہ اس کے لیے عنداللہ وہ خود جوابدہ ہوں گے۔ پھر میرے خیال میں 'اختراع' میں طنز کا ایک پہلو ہے جو لکھنے والے کی منشاء نہ تھی[1]۔

۶۔ صفحہ ۶۵، اسی اختراع والے پیراگراف میں تیسری سطر میں 'مصور' سے لے کر پیراگراف کے آخر میں 'بات ہے' تک سب کاماز میں ہونا تھا' مسودہ کے مطابق' کہ یہ اعظمی مرحوم کے الفاظ ہیں، میرے نہیں ہیں۔

سوچتا ہوں کہ میں نے اس سلسلے میں آپ کا خاصا وقت لیا، اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

مولانا آزاد پر میرا کام' نامساعد حالات کے باوجود' رفتہ رفتہ آگے بڑھ رہا ہے' کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ یہ سب کہیں سعی ناشکور نہ ہو کہ آج کے حالات میں مولانا آزاد کے سیاسی افکار بے وقت کی راگنی محسوس ہوتے ہیں، کہیے آپ کا کیا مشورہ ہے؟ کیا خیال ہے' اس کام کو آگے بڑھاؤں یا چھوڑ دوں؟

چند روز میں رمضان شریف کی برکتیں اترنے والی ہیں' ان کا انتظار ہے، شبلی اکادمی کی پرسکون فضا میں تراویح کا لطف دوبالا ہوجاتا ہوگا، رفیق مکرم حافظ عمیر صدیق صاحب ماشاءاللہ پڑھتے بھی خوب ہیں' یہ میں نے سنا ہے۔ دیکھیے مجھے بھی کبھی ان سے تراویح میں قرآن سننے کا موقع ملتا ہے یا نہیں! ان کی خدمت میں میرا سلام عرض ہے، امید ہے کہ وہ مع متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے۔

ہلالی صاحب کو میں نے ایک تفصیلی خط لکھا تھا، اس کے بعض ٹکڑے آپ کو

---

[1] فاضل مکتوب نگار کا خیال صحیح ہے مگر خلق و تخلیق اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے' معارف کو اسی لیے اس کے سوا کسی اور کی جانب ان کی نسبت کرنے سے احتراز ہوتا ہے۔ باقی غلطیوں کے سلسلہ میں خود مضمون نگار حضرات سے درخواست ہے کہ وہ مسودے صاف بھیجیں تاکہ کاتب کو پڑھنے میں دشواری نہ ہو۔ جن مضامین میں فارسی اور عربی کے اقتباسات ہوں انہیں بلا اردو ترجمہ نہ بھیجا جائے۔

سنانے کے لیے بھی تھے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت رکھے، ذہنی یکسوئی
عطا فرمائے کہ شبلی اکادمی کی علمی خدمات کا تقاضا ہے۔ اس ادارہ کا اصل کام تو اللہ تعالیٰ
اب آپ سے لے گا، انشاء اللہ۔

دعاؤں میں مجھے یاد رکھیے، خط طویل ہو گیا، معاف فرمائیے۔ ہلالی صاحب اور
دیگر ساتھیوں کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ والسلام

آپ کا مخلص
ضیاء الحسن فاروقی

حبیب منزل علی گڑھ
۲۳-۲-۹۳ء

(۲)

مکرمی و محترمی! السلام علیکم

بابری مسجد سے متعلق آپ کے جنوری اور فروری ۱۹۹۳ء کے دونوں اداریے
آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں اور مجھ جیسے بہت سے لوگوں کی دلی ترجمانی
کرتے ہیں۔ میری ناچیز رائے میں ان میں کمی بیشی کی گنجائش بہت کم ہے۔ میں سمجھتا
ہوں کہ اس وقت ہم ہندوستانی مسلمانوں کو ایک طرف جرأت و ہمت اور دوسری
طرف عقل و دانش کی یکساں ضرورت ہے۔ ہمارے کئی علماء اور دانشور جو کچھ لکھ
رہے ہیں۔ اس میں بالعموم ان دونوں میں سے ایک چیز کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔
"معارف" کے اداریے اس نقص سے مبرا ہیں جس کے لیے آپ موجب تہنیت ہیں۔

میرا یہ بھی خیال ہے کہ مسلمانوں کی اس وقت سب سے زیادہ صحیح رہنمائی
مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی قیادت میں انجام

دے رہا ہے۔ اس لیے مسلمانان ہند کو کم سے کم اس بارے میں اس کی رہنمائی قبول کرنے
پر متحد ہو جانا چاہیے۔

آخر میں ایک بات ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بات ممکن ہے مسلم
پرسنل لا بورڈ کے موقف میں بھی شامل ہو اور آپ کے اداریوں میں بھی اس طرف
کسی حد تک توجہ دلائی گئی ہو لیکن میرے خیال سے یہ بات زیادہ واضح طور پر کہنے
کی ضرورت ہے اور شاید اتنے واضح طور پر کسی طرف سے کہی نہیں جا رہی ہے۔ جیسا کہ
مسلم پرسنل لا بورڈ نے بجا طور پر بابری مسجد کی فقہی پوزیشن کی وضاحت کی ہے اس کی
رو سے اجودھیا میں اگر بابری مسجد کہیں دوبارہ تعمیر ہو سکتی ہے اور ہونی چاہیے تو اسی
مقام پر جہاں وہ پہلے واقع تھی اور یہی اعلان، ۷ دسمبر ۱۹۹۲ء کو وزیر اعظم نے دوردرشن
پر کیا تھا۔ لیکن اب اس سلسلے میں مرکزی حکومت مسلمانوں کو ایک جال میں پھانسنا
چاہتی ہے اور وہ جال یہ ہے کہ دو بورڈ مقرر کیے جائیں گے، ایک اجودھیا میں مندر
کی تعمیر کے لیے اور دوسرا مسجد کی تعمیر کے لیے، میرا کہنا ہے کہ کسی مسلمان کو انفرادی
یا اجتماعی طور پر حکومت کے مقرر کردہ اس بورڈ میں ہرگز شامل نہیں ہونا چاہیے۔
اور نہ اس کے ساتھ کسی نوعیت کا تعاون کرنا چاہیے اس کا ببانگ دہل اعلان
بہت ضروری ہے۔

نیاز مند
ریاض الرحمن شروانی

(۳)

حبیب منزل علی گڑھ
۷-۳-۹۳ء

مکرمی و محترمی! وعلیکم السلام

یکم مارچ کے عنایت نامے کا شکر گزار ہوں۔

آپ نے یہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ اب لکھنا لکھانا بے کار ہی محسوس ہوتا ہے، بس وہی خود اپنے دل کو تسلی دینے والی بات ہے۔ میرے خیال سے یہ معاملہ محض اردو اور مسلمانوں کا نہیں ہے، صحیح بات کسی بھی زبان میں اور کسی کے بھی قلم سے قطعاً بے اثر ہو کر رہ گئی ہے۔ اب صرف ایک چیز کی اہمیت باقی رہ گئی ہے۔ طاقت، خواہ یہ طاقت گولی اور لاٹھی کی ہو یا تعداد کی۔ ہاں اب بھی اگر ہم اپنے اندر اخلاقی طاقت پیدا کرلیں تو شاید کسی قدر موثر ہو سکتے ہیں۔

مسلمان اور ملک دونوں ہی کا حشر سخت تشویش ناک محسوس ہوتا ہے۔ بابری مسجد میری ناچیز رائے میں اس امر کی علامت بن گئی تھی کہ مسلمان اس ملک میں سر اٹھا کر رہ سکتے ہیں یا نہیں اور یہ ملک سیکولر رہ سکتا ہے یا نہیں۔ ۶؍ دسمبر ۹۲ء کو اجودھیا میں یہ ثابت ہو گیا کہ یہ دونوں باتیں ممکن نہیں ہیں۔ زیادہ افسوس اس کا ہے کہ یہ ثابت کرنے میں جتنا حصہ ہندو فرقہ پرست جماعتوں کا ہے اس سے کم حصہ مرکز میں برسر اقتدار کانگریس اور اس کے وزیر اعظم کا نہیں ہے۔ ساتھ ہی ہمارے نام نہاد موجودہ قائدین کی جماعتوں کو بھی شامل کر لیجئے اب اس ملک میں مسلمانوں کو دوسرے اور تیسرے درجے کا شہری بن کر رہنا ہوگا اور یہاں روایات گاندھی جی اور ان کے ساتھیوں کی نہیں بلکہ شری ساورکر اور ان کے پیروؤں کی پنپیں گی۔

گاندھی جی، مولانا آزاد اور پنڈت نہرو کی کانگریس کو تو آخر الذکر کی صاحبزادی نے اپنے دور حکومت ہی میں دریا برد کر دیا تھا وہ اپنے باپ کا بالکل الٹ تھیں۔

جو رہی سہی کسر تھی ان کے نادان صاحبزادے نے پوری کر دی اور اب یہ بڑے میاں جو کچھ کر رہے ہیں وہ تو آپ اور میں دیکھ ہی رہے ہیں۔

میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ مسلمان اجودھیا میں دوسرے مقام پر مسجد کی تعمیر میں حکومت ہند کے ساتھ ہرگز اشتراک عمل نہ کریں۔ وہ کم سے کم اتنی حمیت اور خودداری کا ثبوت تو ضرور ہی دیں۔

میں ۱۶؍ جنوری کو حبیب منزل ہی کے برآمدے میں گر گیا تھا جس سے میرے الٹے کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ یونیورسٹی ہسپتال میں داخل ہوا اور وہاں آپریشن ہوا۔ ۳؍ فروری کو گھر واپس آیا۔ اب چھڑی کی مدد سے چلتا ہوں لیکن ابھی گھر سے باہر نہیں نکلتا ہوں، دیکھئے سفر کے قابل کب تک ہوتا ہوں۔ ٹرین میں تو شاید ابھی بہت مدت تک سفر نہ کر سکوں کیونکہ اکثر اسٹیشنوں پر پل پر چڑھنے اترنے کا مسئلہ ہوتا ہے۔ دارالمصنفین کی میٹنگ میں پچھلی مرتبہ بھی شرکت نہیں کر سکا تھا۔ دیکھیے اس سال بھی اس قابل ہوتا ہوں یا نہیں۔ خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔

نیاز مند

ریاض الرحمٰن شروانی

(۴)

نئی دہلی

غرہ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ/۲۳ فروری ۱۹۹۳ء

محب گرامی، سلام مسنون

نوازش نامہ (۶۔ فروری) ملا۔ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں جنوبی ہند کے سفر پر گیا ہوا تھا اور اس، یونیورسٹی میں لکچر بھی دینا تھا۔

آج کل ملک کے سیاسی حالات نے پراگندہ خاطر کر رکھا ہے، خاطر جمعی سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

معارف (شمارہ فروری ۱۹۹۳ء) کا اداریہ بہت پسند آیا۔ یہ تلخ نوائی ہی کا وقت ہے۔ اسی سے شاید کچھ "کار تریاکی" ہو سکے۔ معارف کی اشاعت کتنی بھی مختصر سہی، مگر اس کا ایک ایک شمارہ محفوظ رکھا جاتا ہے اور پڑھنے والوں کا حلقہ بھی منتخب ہے جن میں اکثریت اہل فکر و صاحبان علم کی ہے۔ ایسے موضوعات پر پوری وضاحت کے ساتھ آیندہ نسلوں کے واسطے ریکارڈ محفوظ کر دینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ "اگر پدر نتواند پسر تمام کند"۔ تاریخ نے اپنے اوراق پلٹے ضرور ہیں مگر آخری بار نہیں پلٹے ہیں!

میری تجویز یہ بھی ہے کہ ایسے اہم اداریوں کو ہندی یا انگریزی میں منتقل کرا کے اس کی کاپیاں ارباب اقتدار اور دوسرے معاصر صحافیوں کو بھی ضرور بھجوا دیا کیجیے تاکہ انہیں بھی اندازہ ہو کہ مسلمانوں کا ایک علمی طبقہ کیا سوچ رہا ہے۔

بہرحال اقوام عالم پر اس طرح کے آزمائشی لمحات آتے ہی رہتے ہیں پھر اس خاکستر سے کوئی شرر خرمن سوز بھی نکل آتا ہے۔

والسلام

نثار احمد فاروقی

ادبیات

تاریخ ہند کا ایک واقعہ

از جناب جگن ناتھ آزاد صاحب

مسجدِ جامع دہلی کی ہے تعمیر کا دن سنگ بنیاد کے رکھنے کا ہے در پیش سوال
یہ وہ موقع ہے کہ خود شاہ جہاں ہیں موجود جن کی شاہی پہ ہو قربان فقیری کا جلال
کر کے مجمع سے خطاب آپ یہ فرماتے ہیں سنگ بنیاد رکھے اس کا وہی نیک خصال
جس نے اک شب نہ قضا کی ہو تہجد کی نماز جس کے ایمان میں اک لحظہ نہ آیا ہو زوال
جمع ہر سمت مسلماں ہیں مگر سب ہیں خموش کہ نہیں ایک بھی اس طرح کی موجود مثال
بات اتنی سی ہے لیکن ہیں سبھی مہر بہ لب سنگ بنیاد رکھے کون پریشاں ہیں خیال
اس پہ خود ہاتھ میں بنیاد کا پتھر لے کر رکھتے ہیں آپ شہنشاہ بہ شاہانہ جلال
رمزِ درویشی و شاہی نہ سمجھنے والے! دیدۂ دل سے ذرا دیکھ فقیری کی مثال

قطعۂ تاریخ شہادت بابری مسجد ۱۹۹۲ء

از جناب عبدالرؤف خاں صاحب

شہر اجودھیا میں ہوا جب کہ رونما مسجد کے انہدام کا سنگین واقعہ
قبل قیامت ایک قیامت گزر گئی لیکن نہ پست کر سکی ملت کا حوصلہ
آیا خیال دل میں کہ اس واقعے کا سال موزوں کروں بقاعدہ زر و بینہ
فوراً کہا بطور بشارت سروش نے قائم کیا جب اس سے طبیعت نے رابطہ
قدرت لگائے گی سرِ اعدا پہ نقط ضرور ا "تعمیر ہوگی بابری مسجد اسی جگہ"

۱۹۹۳ - ۱ = ۱۹۹۲ء

مطبوعات جدیدہ

اسیز آن اسلام ESSAYS ON ISLAM (FELICIT-ATION VOLUME IN HONOUR OF DR. M. HA-MIDULLAH) - از جناب حکیم محمد سعید، بڑی تقطیع، بہترین کاغذ، اعلیٰ طباعت مجلد مع دیدہ زیب گرد پوش، صفحات ۳۴۶، قیمت ۳۰۰ روپیے، پتہ: ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰، پاکستان۔

انگریزی زبان میں علوم اسلامیہ پر مسلم اور غیر مسلم اہل علم و قلم کی قابل قدر اور عمدہ تحریروں کی اشاعت کے لیے ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے 'بیت الحکمت' کا ترجمانی مجلہ 'ہمدرد اسلامیکس' عالمی علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں، اپنے لائق و فعال سرپرست جناب حکیم محمد سعید کی نگرانی میں اس نے قلیل مدت میں صاحبان نظر سے داد تحسین حاصل کی ہے، مجلہ کے اہم مقالات کو مزید افادہ کی غرض سے کتابی شکل میں شائع کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی پہلی پیش کش ہے، اس میں سیرت، فقہ و علم کلام اور ادب پر رد جہ ای ٹم، لطفی ابراہیم، محمد یوسف حسین، ڈی ایم ڈنلپ، پروفیسر فضل الرحمٰن، ڈبلو مانٹگمری واٹ، جان بوہن، ظفر اسحاق انصاری اور فاضل جلیل ڈاکٹر محمد حمید اللہ وغیرہ علماء و محققین کی نگارشات شامل ہیں، چوبیس مقالات میں اکثر کا تعلق مطالعہ سیرت نبوی سے ہے، موطائے امام مالک کے علاوہ امام ماتریدی، زمخشری و بیضاوی کے نظریات و خیالات پر بھی مضامین ہیں، فاضل مرتب نے ان

مجموعہ مضامین کی ہر جلد کو دنیائے علم کی کسی نامور و مقتدر ہستی کے نام معنون کرنے کا فیصلہ کیا ہے چنانچہ اس اولین جلد کا انتساب ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی ثم فرانسوی کے نام ہے اور یہ .... خود فاضل مرتب کی خوش مذاقی کا شاہد ہے

بیت الحکمت کی طبی خدمات از جناب نسیم احمد اعظمی، متوسط تقطیع، کاغذ اور کتابت و طباعت معمولی، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۳۶۰ قیمت ۱۲۰ روپیے، پتے: (۱) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی (۲) ایجوکیشنل بک ہاؤس شمشاد مارکیٹ علی گڑھ وغیرہ۔

عہد عباسی کے زریں و تابناک نقوش میں "بیت الحکمت" کی فتوحات کی بازگشت آج تک علمی دنیا میں سنائی دیتی ہے، اس کے خزینۃ الکتب، دارالترجمہ والتالیف اور رصدگاہوں اور ان سے وابستہ علماء و حکماء کے کارنامے قرطبہ و غرناطہ کی جلیل و جمیل عمارتوں کی مانند قابل فخر ہیں، زیر نظر کتاب کا مقصد 'بیت الحکمت' کے آثار و مشاہد کا تذکرہ اور اس کے ایوان طب کی سیر ہے، جس میں پہلے طب کی قدیم تاریخ، اسلام سے پہلے مختلف قوموں میں اس کے رواج اور پھر عہد نبوی سے عباسی دور کے آغاز تک عربوں میں اس فن کے بتدریج ارتقا کا جائزہ لیا ہے، انھوں نے بعض محققین کے برخلاف بیت الحکمت کی تاسیس ہارون الرشید کے زمانہ میں بتائی ہے، یہی خیال علامہ شبلی نعمانی وغیرہ کا بھی ہے، بیت الحکمت کے حکماء و اطباء اور طبی تصانیف کے مولفین و مترجمین کے سوانح اور ان کی کتابوں کا تعارف واستقصا محنت سے کیا گیا ہے، سہولت کی خاطر ہندوستانی، ایرانی، مسلم و غیر مسلم مترجمین کو الگ الگ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، ابو یوسف یعقوب الکندی کی

تصانیف کو "فلسفہ، نجوم، منطق و ہندسہ" وغیرہ کے ذیلی عنوانوں میں شامل کیا گیا ہے، اس میں علم نفس کو نفسانیات سے تعبیر کیا ہے، اس کی صحیح تعبیر نفسیات سے ہو سکتی تھی۔ طب اسلامی کے شیدائی کے قلم سے یہ جملہ باعث حیرت ہے کہ "یہ حقیقت ہے کہ یونانیوں کے عہد زریں ہی میں طب کو مذہب کی گرفت سے نجات ملی" آخر میں عہد عباسی کے مجموعی تراجم کی ایک فہرست بھی دی ہے، کتاب کی کتابت معیاری نہیں ہے۔ شروع میں حکیم سید ظل الرحمن کے قلم سے ایک جامع مقدمہ بھی ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف

از جناب مولانا عتیق احمد قاسمی، متوسط تقطیع عمدہ کاغذ اور کتابت و طباعت، صفحات ۲۰۰، قیمت ۴۰ روپیے، پتہ: مکتبہ حراء، پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوہ روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷۔

نظام زکوٰۃ کی اہمیت کے پیش نظر علماء و فقہاء نے اس کے مسائل پر اس طرح سیر حاصل بحث کی ہے کہ معمولی جزئیات تک واضح اور روشن ہو گئے ہیں، آیت زکوٰۃ کے آٹھ مصارف کو حصر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس میں 'فی سبیل اللہ' کے مصرف کا مصداق عام طور پر مجاہد فی سبیل اللہ سمجھا گیا ہے، البتہ بعض فقہاء نے حاجیوں کو بھی اس میں شامل کیا ہے، زیر نظر کتاب میں فاضل مولف نے ان دونوں کے علاوہ اس مصرف میں اور وسعت و عموم کے قائل بعض مفسرین و فقہاء کی تحریروں کا جائزہ لے کر ثابت کیا ہے کہ جمہور فقہا کا مسلک ہی درست ہے۔ گو ان کا یہ منہج صحیح ہے کہ "مال زکوٰۃ صرف کرنے میں اسی روش پر چلنا سلامتی ہے جس پر امت مسلمہ چودہ سو سال تک چلتی رہی، شاذ اقوال کی پیروی اور شریعت کی عام شاہراہ سے انحراف میں خطرات ہیں" لیکن بدلے ہوئے حالات میں غیر منصوص امور میں

یکسر جمود بھی محمود نہیں ہے۔ تقریباً نصف کتاب میں فی سبیل اللہ کے مفہوم میں عموم و وسعت کے پرجوش موید مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی کتاب 'زکوٰۃ کے مستحق کون؟' کے بعض مباحث کا رد ہے۔

۴۰ سالہ دور آزادی ہند اور مسلمان، کیا کھویا؟ کیا پایا

از جناب محمد عبد الحفیظ خاں، متوسط تقطیع، کاغذ اور کتابت و طباعت بہتر، صفحات ۲۵۶، قیمت ۲۵ روپیے، پتہ: دی اسلامک اکیڈمی آف ہسٹری آف انڈیا ۱/ ۶۸-۳-۱۰ ہمایوں نگر حیدر آباد - اے پی

جناب عبد الحفیظ خاں ان لوگوں میں ہیں جو ہندوستان کے مسلمانوں کے موجودہ حالات و مسائل سے فکر مند رہتے ہیں جس کا ثبوت ان کا رسالہ رہگذر ہے، موصوف اسلامک اکیڈمی آف ہسٹری آف انڈیا کے صدر بھی ہیں، ۸۸ء میں ہندوستان کی آزادی کے چالیس سال پورے ہونے پر انھوں نے مذکورہ بالا عنوان سے ایک سمینار منعقد کیا اس میں حیدر آباد کے ممتاز اہل فکر و نظر کے علاوہ مولانا ابو العرفان خاں ندوی مرحوم، مولانا جلال الدین انصر عمری، ڈاکٹر نثار احمد فاروقی اور سید حامد وغیرہ نے اپنے مقالات و خطبات پیش کیے، خود احتسابی کے اس عمل کی پوری تفصیل اس کتاب میں سمو دی گئی ہے، جس کی ضرورت اور افادہ موجودہ حالات میں دو چند ہے، لائق مرتب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "آزادی کے بعد سے تاریخ کے موضوع پر کسی ادارہ نے کوئی تحقیقی کام نہیں کیا" اس جراحی میں احتیاط سے کام نہیں لیا گیا ہے، اسی طرح میناکشی پورم کے واقعات کے ذکر میں اس خواہش کے بعد کہ "ہندو قوم کے ملا ارالقوم اور صاحب اقتدار اور سربراہان مملکت کے سامنے

بلاخوف اور بر ملا اسلام کی دعوت حق پیش کی جاتی ہے" وہ لکھتے ہیں کہ "اس موقع پر دعوت دین کے علمبرداروں کی گھگھیاں بندھ گئیں" کتابت کی غلطیاں خصوصاً آیات قرآنی میں خاصی ہیں، فہرست مضامین سے بھی کتاب خالی ہے۔

یادایام از جناب مسرور کاشمیری، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ، بہترین کتابت و طباعت، صفحات ۸۰، قیمت ۲۵ روپے، پتہ: گلاب پبلشنگ ہاوس، ۹۳، چتراو ہار دلی ۹۲-۱۱۰۰۔

سوپور کشمیر کے جناب پریم ناتھ پٹواری کشمیری اور اردو زبانوں کے شاعر ہیں، پہلے وہ عاشق سوپوری تھے اب مسرور کاشمیری ہیں، اردو کی خدمت کا جذبہ شروع سے رہا، اپنے بیٹوں کو بھی انھوں نے اردو کی خدمت پر لگایا اور اس وقت ان کے تین بیٹے اردو افسانہ و ڈرامہ میں معروف ہیں، کشمیری زبان میں ان کے دو مجموعہ اشعار شایع ہو چکے ہیں، اردو میں یہ پہلا مجموعہ ہے، ان کے ایک شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف دل کے بہلانے کے لیے لکھتے ہیں۔ شاید اسی لیے عروض و قافیہ اور بحر و وزن پر انکی توجہ زیادہ نہیں رہی، تاہم بعض نظمیں اور اشعار اچھے ہیں، خصوصاً یادایام کے عنوان سے ان کی نظم خوب ہے، کتاب کی بڑی خوبی عمدہ کتابت و طباعت ہے۔

لاٹری کیا ہے؟ از جناب محمد عبدالمبین نعمانی قادری، قیمت درج نہیں، پتہ دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ اعظم گڈھ۔

لاٹری کی قباحت اور اس کی دینی و دنیوی مضرتوں پر عمدہ رسالہ نیز اس کی شرعی حیثیت پر متعدد مفتیوں کی تحریریں بھی جمع کر دی گئی ہیں۔

(ع۔ص)